يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ
قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا
عَنْ كَثِيْرٍ ؕ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۙ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ
مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ
وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ
ابْنُ مَرْيَمَ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ
ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝

اے اہلِ کتاب۔ بے شک آگیا ہے تمہارے پاس ہمارا رسول کھول کر بیان کرتا ہے تمہارے لئے بہت
سی ایسی چیزیں جنھیں تم چھپایا کرتے تھے کتاب سے اور درگزر فرماتا ہے بہت سی باتوں سے بے شک
تشریف لایا ہے تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور اور ایک کتاب ظاہر کرنے والی * دکھاتا ہے
اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ انھیں جو پیروی کرتے ہیں اس کی خوشنودی کی، سلامتی کی راہیں اور نکالتا ہے
تاریکیوں سے اجالے کی طرف اپنی توفیق سے اور دکھاتا ہے انھیں راہِ راست * یقیناً کفر کیا
جنھوں نے کہا کہ اللہ تو مسیح بن مریم ہی ہے (اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم!) آپ فرمایئے
کون قدرت رکھتا ہے اللہ کے حکم میں سے کوئی چیز روک دے (یعنی) اگر وہ ارادہ فرمائے کہ
ہلاک کردے مسیح بن مریم کو اور اس کی ماں کو اور جو کوئی بھی زمین میں ہے سب کو (تو اسے
کون روک سکتا ہے) اور اللہ ہی کے لئے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان
کے درمیان ہے پیدا فرماتا ہے جو چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے (۵/۱۵ تا ۱۷)

۱۵۔ اے یہود و نصاریٰ بے شک تمہارے پاس ہمارا بھیجا ہوا پیغمبر یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم آئے جو تم
سے بیان کرتے ہیں بہت سے تورات اور انجیل کے حکم جن کو تم چھپاتے تھے جیسے رجم کی آیت اور صفت
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور بہت سے اس قسم کے امور جن کے بیان کرنے میں کچھ مصلحت نہیں *
وہ اس کو معاف کرتے ہیں تاہم بوقتِ ضرورت حسبِ اقتضاء بیان فرما دیتے ہیں بے شک اللہ
کی طرف سے تم لوگوں کے پاس ایک نور آیا یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور قرآن۔ (تفسیر جلالین)

● تمام اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ سے خطاب کرکے فرماتا ہے کہ تمہارے پاس ہمارا وہ رسول آچکا جو
تم پر ان باتوں کو ظاہر کرتا ہے کہ جن کو تم چھپایا کرتے تھے یعنی حضور علیہ السلام کے ظہور کے متعلق اور
نیز رجم وغیرہ احکام کے متعلق اور جن باتوں کے ظاہر کرنے بغیر حرج نہیں ان میں تم سے درگزر

کرتا ہے یا یوں کہو کہ احکام فطرت اور ملت میں جس قدر تم نے تحریفات کر رکھی ہیں وہ سب کی اصلاح
کرتا ہے اس کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو نور اور قرآن مجید کو کتاب مبین بیان فرما کر
یہ بات ظاہر فرماتا ہے کہ قرآن نے جو کچھ مذہب انبیاء میں تحریفات واقع ہو گئی تھیں سب کی
اصلاح کر دی اور یہ بات کہ جس کی ضرورت تھی بیان کر دیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مذہب اسلام
آسمانی نور ہے تو یہ بات ہے کہ اس آفتاب جہاں تاب کی روشنی سے وہی مستفید ہو سکتا ہے کہ جس کو
اللہ تعالیٰ نے توفیق ازلی کی آنکھیں عطا کی ہیں۔ (تفسیر حقانی)

۱۶۔ جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے ذریعہ سے سلامتی کے راستے بتا دے گا یعنی اللہ کے عذاب سے محفوظ رہنے کے راستے۔ بعض
علمائے کرام نے کہا اسلام اور اس کے راستے اس کے احکام و ضوابط ہیں جو
اللہ کے قریب تک پہنچانے والے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ اپنے قرب تک پہنچانے والے ضابطے اور احکام
بتا دے گا اور اپنے ارادہ اور توفیق سے (کفر کی) تاریکیوں سے نکال کر (ایمان کے) نور
تک ان کو پہنچا دے گا۔ اور ان کو سیدھا راستہ دکھا دے گا یعنی اللہ تک پہنچانے والا
سیدھا راستہ بتا دے گا۔ سیدھے راستہ سے مراد اسلام ہے (بحوالہ تفسیر مظہری)

۱۷۔ وہ عیسائی بڑے کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام خود اللہ ہیں کیوں کہ ان میں الوہیت ایسے
حلول کر گئی ہے جیسے پھول میں رنگ و بو یا آگ میں روشنی و گرمی۔ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ
ان کے جواب میں فرما دو کہ کیا کوئی شخص خواہ جناب مسیح ہی کیوں نہ ہوں یا کوئی اور ایسا بھی
ہے جو اللہ تعالیٰ کے ارادہ کو موڑ دے کہ خدا جو کرنا چاہے اسے نہ کرنے دے اگر اللہ تعالیٰ خود جناب
مسیح اور ان کی والدہ بلکہ تمام زمینی چیزوں زمینی آدمیوں کو موت دینا چاہے تو وہ انہیں نہ مرنے
دے عیسائی بھی ایسی جرأت نہ کر سکیں گے کہ حضرت مسیح میں رب تعالیٰ کا مقابلہ کرنے کی طاقت
مان لیں۔ یہ خیال رکھو کہ تمام آسمان اور ساری زمین اور ان کے درمیان کی تمام چھوٹی بڑی چیزیں
اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں وہ مالک حقیقی ہے سب اس کی مملوک جناب مسیح آسمان و زمین کے درمیان
ہی کی مخلوق ہیں تو وہ بھی اللہ کے بندے اللہ کے مملوک ہوئے پھر وہ اللہ کیسے ہو سکتے ہیں بندہ مالک
کا ہمسر نہیں ہو سکتا اور تم دھوکہ نہ کھاؤ حضرت مسیح کے بغیر باپ پیدا ہونے سے دھوکا کھاؤ نہ ان کے
معجزہ سے دھوکا کھاؤ۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ جب چاہے جیسے چاہے پیدا فرماتا ہے اسے
ہر چیز پر ہر طرح قدرت ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر باپ پیدا ہونا رب تعالیٰ کی قدرت ہے
یونہی آپ کے ہاتھوں سے بیماروں کا تندرست ہونا، مردوں کا زندہ ہونا رب تعالیٰ کی قدرت کاملہ
سے ہے یونہی حضرت مسیح کے دم سے مٹی کے پرندوں کا جاندار بن جانا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہے

ان معجزات کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی قدرت کے قائل ہو جاؤ خود حضرت مسیح کو خدا مت مان لو۔ اللہ اللہ ہے (سیدنا
شہزادہ بندہ ہے۔ سب انبیاء و رسل صدیقین صالحین اللہ کے بندے ہیں اور اس کی قدرت کا مظہر ہیں (بحوالہ ... و اشرف الانبیاء)

مفردات مزید: **قَدْ** اسم بھی ہے اسم فعل بھی حرف بھی **جَآءَ** وہ آیا **رَسُوْل** پیغمبر، بھیجا ہوا
يُبَيِّنُ کھول کر بیان کرتا ہے **كَثِيْرًا** بہت **تُخْفُوْنَ** تم چھپاتے ہو، تم چھپاؤ گے **نُوْرٌ** روشنی، مختلف
آیات میں مختلف مراد ہے ایمان کی روشنی، حضور انور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، احکام الٰہیہ کی روشنی، قرآن
مجید کی روشنی، اسلام کی روشنی، ہدایت کی روشنی، اللہ کی تجلی، توحید و اعمال صالحہ کی روشنی۔ اسلام محمدی کی روشنی
کرنے والا دو سروں کو روشنی عطا کرنے والا، قرآن، ایمان، ہدایت، سبب ہدایت، نور والا وغیرہ
بیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس مراد ہے۔ **كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ** قرآن مجید۔ **رِضْوَانَهٗ**
اس کی رضا، اس کی خوشنودی۔ **سُبُلَ** راہیں۔ راستے **يُخْرِجُهُمْ** وہ ان کو نکال کرے جائے گا
ظُلُمٰتِ تاریکیاں اندھیرے۔ امام راغب فرماتے ہیں کبھی کبھی جہالت شرک اور فسق کو ظلمت
سے تعبیر کیا جاتا ہے جس طرح کہ ان کے اضداد (علم، ایمان اور عمل صالح) کو نور سے تعبیر کرتے
ہیں۔ **يَمْلِكُ** قابو رکھے گا اختیار رکھے گا **اُمَّة** امت، جماعت، مدت، طریقہ، دین، ہر وہ
جماعت جس میں کسی قسم کا کوئی رابطہ اشتراک موجود ہو اسے امت کہا جاتا ہے خواہ یہ اتحاد و یکجائی
وحدت کی بنا پر ہو یا جغرافیائی اور عصری وحدت کی وجہ سے اور خواہ اس رابطہ میں امت کے
اپنے اختیار کو دخل ہو یا نہ ہو۔ اخفش نے تصریح کی ہے کہ امت باعتبار لفظ کے واحد ہے
اور باعتبار معنی کے نیز حیوانات کی ہر جنس ایک امت ہے۔

- یہود و نصاریٰ نے صحائف آسمانی تورات اور انجیل میں بہت سارے حقائق اور
احکام کو چھپا دیا تھا یا بعض کے معانی و مطالب بدل دیے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے
محبوب رسول حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ آپ نے تورات و انجیل کے
چھپائے گئے (بعض) حقائق یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و کمالات اور بعثت شریف
کی نوید و نیز احکام میں مسئلہ رجم کا حکم واضح فرما دیا البتہ جن باتوں کے اظہار میں کچھ مصلحت
و حرج نہیں ان کے بارے میں ان سے درگزر فرماتے ہیں۔ ہدایت اصلاح و تربیت منصب
اقدس ہے۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ساری انسانیت کو نوید عطا فرمائی کہ بے شک
تمہارے پاس خالق و مالک کونین قادر مطلق معبود حقیقی اللہ تعالیٰ کی جانب سے نور یعنی
محبوب کردگار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور حق کو ظاہر فرمانے والی منور
کتاب نازل ہوئی یعنی قرآن مجید۔
- قرآن حکیم اور صاحب قرآن حضور اکرم علیہ السلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ہدایت فرماتا ہے

ان لوگوں کو جو طالب رضائے حق اور خوشنودی مولیٰ تعالیٰ ہیں یعنی حق رسی، خیر، سلامتی
اور جنت کی راہیں دکھا کر یہ غضب و عذاب الٰہی سے حفاظت کے راستے بتاتا ہے۔
شرک و کفر جہل و نافرمانی کے اندھیروں سے نکال کر ایمان، اطاعت اور سعادتوں کے اجالوں
سے اپنے ارادے، فضل و کرم و توفیق سے نوازتا ہے اور یعنی سیدھے راستہ پر گامزن
فرما دیتا یعنی قرب حق تعالیٰ کی دولت سے مالا مال کر دینے والا اسلام کا تابناک راستہ۔

● حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کا عقیدہ باطل اور یعنی الٰہ ماننے والے کھلے کافر
ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے، کلمہ اور رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ارادہ، مشیئت
اور قدرت میں کوئی دخیل نہیں۔ یعنی کوئی بھی رب نہیں جو اللہ تعالیٰ کے ارادہ کو موثر
دے یعنی قادر مطلق جو کرنا چاہے اسے نہ کرنے دے اگر خالق کونین تمام اہل زمین
بشمول حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت مریمؑ کو موت دینا چاہے تو کوئی بھی
نہیں جو ان کو موت سے بچا سکے یہاں تک کہ خود عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے بھی ایسی
جرات نہیں کر سکتے کہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی خالق کونین سے مقابلہ کرنے کی
طاقت و قوت مانیں۔ یہ حقیقت ہے کہ زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے خود حضرت
عیسیٰ علیہ السلام اور ان والدہ حضرت مریمؑ اور جملہ موجودات سب اللہ کی ملک ہیں اور
اللہ تعالیٰ سب کا مالک حقیقی ہے اور سب اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کو بغیر باپ کے پیدا فرمانا اللہ تعالیٰ کا کرشمہ قدرت ہے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے جب
چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز پر کامل قدرت رکھتا ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰۗؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّاۗؤُهٗ ۭ قُلْ
فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَ
يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۡ وَ
اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَاۗءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ
عَلٰي فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَاۗءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ
فَقَدْ جَاۗءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ١٩

اور یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم خدا کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں۔ آپ کہہ دیجیے کہ پھر خدا تمہیں گناہوں پر سزا کیوں دیتا ہے؟ نہیں بلکہ تم (محض) بشر ہو مخلوقات میں سے۔ وہ جسے چاہے گا بخشے گا اور جسے چاہے گا سزا دے گا۔ اور اللہ ہی کی حکومت آسمانوں اور زمین پر اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے ان (سب) پر بھی ہے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے ✱ اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارے (یہ) رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آئے ہیں جو تمہیں صاف صاف بتاتے ہیں ایسے وقت میں کہ رسولوں کا آنا بند تھا کہ کہیں تم یہ نہ کہنے لگو کہ ہمارے پاس کوئی بھی نہ بشارت دینے والا آیا نہ ڈر سنانے والا (اب تو) آ گیا بشیر و نذیر اور اللہ ہر چیز پر (پوری) قدرت رکھنے والا ہے۔ (۵/۱۸ اور ۱۹)

۱۸۔ آیت شریفہ میں یہودیوں اور نصرانیوں دونوں کی تردید ہو رہی ہے انہوں نے خدا پر ایک جھوٹ باندھا کہ ہم خدا کے بیٹے ہیں اور اس کے محبوب ہیں ہم انبیاء کی اولاد ہیں اور وہ خدا کے لاڈلے فرزند ہیں ✱ اللہ تعالیٰ انھیں جواب دیتا ہے کہ اگر یہ صحیح ہے تو پھر تمہارے کفر و کذب بہتان و افترا پر خدا تمہیں سزا کیوں دیتا ہے؟ کسی صوفی نے کسی فقیہ سے دریافت فرمایا کہ کیا قرآن میں یہ بھی کہیں ہے کہ حبیب اپنے حبیب کو عذاب نہیں کرتا۔ اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا تو صوفی نے یہی آیت تلاوت فرما دی۔ یہ قول نہایت عمدہ ہے اور اسی کی دلیل مسند احمد کی یہ حدیث ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ راہ سے گزر رہے تھے ایک چھوٹا بچہ راہ ہی کھیل رہا تھا اس کی ماں نے جب دیکھا کہ ایک جماعت کی جماعت اسی راہ پر آ رہی ہے تو اسے ڈر لگا کہ بچہ روندا نہ جائے میرا بچہ میرا بچہ کہتی ہوئی دوڑی ہوئی آئی اور جھٹ سے بچے کو گود میں اٹھا لیا اس پر صحابہ نے کہا حضور! یہ عورت تو اپنے پیارے بچے کو کبھی آگ میں نہیں ڈال سکتی آپ نے فرمایا "ٹھیک ہے اللہ تعالیٰ بھی اپنے پیارے بندوں کو ہرگز جہنم میں نہیں لے جا سکتا"۔ یہودیوں کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم بھی منجملہ اور مخلوق کے ایک انسان ہو تمہیں دوسروں پر کوئی فوقیت و فضیلت

نہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے بندوں پر حاکم اور وہی ان میں سچے فیصلے فرمانے والا ہے۔ وہ جسے چاہے بخشے جسے چاہے پکڑے وہ جو چاہے کر گزرتا ہے۔ اس کا کوئی حکم رد نہیں کر سکتا۔ وہ بہت جلد بندوں سے حساب لینے والا ہے زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی مخلوق سب اسی کی ملکیت ہے اسی کے (زیر قدرت) ہے اسی کی بادشاہت (سلطنت) ہے سب کا لوٹنا اسی کی طرف ہے وہی بندوں کا فیصلہ کرے گا وہ عادل ہے نیکوں کو نیکی اور بدوں کو بدی (کا بدلہ) دے گا۔ (بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

۱۹۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں خصوصیت سے اہل کتاب کو مخاطب فرما کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا ذکر فرمایا * جیسا ان کے تم پر اور بہت سے احسان ہیں وہاں ایک بڑا احسان یہ ہے کہ وہ تمہارے سامنے تمہاری کتب کے اصلی اور صحیح احکام ظاہر فرماتے ہیں تمہاری کتابوں تمہارے نبیوں کی تصدیق کرتے ہیں اگر ان کی قوت و عظمت دیکھنا ہو تو اس بات پر غور کرو کہ یہ اس وقت تشریف لائے جب برسوں سے حضرات انبیاء کرام کی آمد بند ہو چکی تھی * ان کی بعثت اس لئے ہوئی کہ تم قیامت میں یہ نہ کہہ سکو کہ ہمارے پاس بشارت نذارت والا کوئی نبی نہیں آیا جو نبی آئے تھے ہمارے زمانہ (تک) میں ان کی تعلیم باقی نہ رہی تھی اور ہمارے زمانے میں کوئی نبی آیا نہیں یا ہم تیری عبادت کیسے کرتے۔ ایمان کیسے لاتے اب تمہارے پاس بشیر و نذیر آخری نبی تشریف لے آئے تمہارا یہ عذر ختم ہو گیا جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ (بحوالہ اشرف التفاسیر)

معلومات مزید: یَهُوْدُ یہودیوں کی جماعت ● اَلنَّصَارٰی عیسائی لوگ * نصاریٰ جمع ہے نصرانی اور نصرانۃ واحد لیکن نصرانٌ اور نصرانۃ کے بعد یاء نسبت ہمیشہ آتی ہے اور ہمیشہ نصرانی کہا جاتا ہے اس لئے نصاریٰ تو یا نصرانی کی جمع (لغات القرآن) نصرانی کی وجہ تسمیہ شاید یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں نے انصار اللہ کہا تھا جو لوگ عیسائی مذہب کے مدعی ہیں وہ حضرت عیسیٰ کے انصار کی طرف منسوب ہیں اور ان کو نصاریٰ کہا جانے لگا (قاموس و مفردات بحوالہ الفیہ) یا نصرانی نصران کی طرف منسوب ہے نصران ایک بستی کا نام ہے (مفردات) یہاں عیسائی مراد ہیں ● نَحْنُ ہم۔ ہم نے ● اَبْنٰٓؤُا بیٹے ابن کی جمع ● اَحِبَّآءُ پیارے۔ حبیب کی جمع ● مَصِیْرًا لوٹنے کی جگہ۔ ٹھکانا۔ قرارگاہ ● فَتْرَۃٍ ڈھیلا ہو جانا، سست ہو جانا، کسی نبی کی شریعت کا ڈھیلا ہو جانا اور آئندہ نبی کا اس وقت تک مبعوث نہ ہونا، دونوں کے درمیانی وقفہ کو فترۃ کہتے ہیں (راغب) سیوطی نے فترۃ کا ترجمہ کیا ہے منقطع ہونا (جلالین) ● بَشِیْرٍ۔ خوشخبری دینے والا، بشارت سنانے والا ● نَذِیْرٍ ڈرانے والا۔ نافرمانوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا۔

● یہود و نصاریٰ کو اس بات کا دعویٰ اور زعم تھا کہ وہ خدا کے لڑکے اور بہت پیارے ہیں اور ان کا بلا واسطہ براہ راست اللہ سے تعلق ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے

اس کا کوئی شریک و سہیم نہیں وہ بے نیاز ہے نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور
نہ اس کا کوئی جوڑ ہے یہود و نصاریٰ کے اس جھوٹ اور خود فریبی کا آیت شریف میں رد فرمایا گیا ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اہل کتاب یہود و نصاریٰ آئے اور امور دین پر گفتگو کی۔ حضور انور
نے انھیں دعوت حق دی اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی سے منع فرمایا اور عذاب الٰہی کا
انھیں خوف دلایا تو اس وقت ان لوگوں نے کہا کہ ہم تو اللہ کے فرزند اور اس کے محبوب ہیں
بھلا ہمیں کیوں کر عذاب دیا جائے گا اس پر آیت شریف کا نزول ہوا جس میں اس کا بطلان ہے
کہ اے حبیب آپ فرما دیجئے یہود و نصاریٰ سے کہ پھر تمہیں کیوں تمہاری نافرمانیوں اور عصیاں
پر عذاب فرماتا ہے حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ جملہ مخلوقات میں سے تم بھی محض آدمی
ہو پر اللہ تعالیٰ کا اختیار اور مالکانہ ارادہ ہے کہ جس کو چاہے اپنے فضل و کرم سے بخش دے
اور جسے چاہے سزا دے اس کی مرضی میں کسی کو دخل نہیں۔ آسمانوں اور زمین کے درمیان
جو کچھ ہے ان پر اللہ تعالیٰ بادشاہی حکومت و اقتدار ہے اور سب کو اسی کی بارگاہ کے حضور لوٹنا ہے

● اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ سے بطور خاص ارشاد فرمایا اور انھیں نوید دی
کہ تمہارے پاس ہمارے رسول تشریف لائے جو تمہیں شرائع و احکام دین سے واقف کرواتے ہیں
ان کے آنے سے جملہ انبیاء سابقین اور ان کی شریعتوں کی تصدیق ہوگئی۔ ان کی آمد ایسے وقت
ہوئی جب کہ رسولوں اور نبیوں کا مبعوث ہونا رکا ہوا تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ وہ
جب چاہے جیسا چاہے جس وقت چاہے رسولوں کو بھیجے اور جتنا عرصہ چاہے اس سلسلہ کو
منقطع فرما دے حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کے درمیان سترہ سو سال کا عرصہ گزرا اس
دوران اللہ پاک نے ایک ہزار انبیاء کو مبعوث فرمایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تقریباً چھ صدیوں کے بیچ میں کوئی نبی نہیں گزرے یہی قول راجح ہے اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر سلسلہ نبوت کو ہمیشہ کے لئے ختم فرما دیا
آپ کے بعد اب قیامت تک کوئی رسول نبی نہیں آئے گا۔ انبیاء بشارت سنانے والے
اور اللہ کے عذاب سے ڈرانے کے منصب خاص کے حامل ہوتے ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
بشیر و نذیر بن کر رونق افروز ہوئے ہیں لہذا اب یہود و نصاریٰ یہ عذر نہیں کر سکتے کہ ہمارے
پاس کوئی بشیر و نذیر نہ آئے جو جنت کی خوشخبری دیتے اور ہمارے عصیاں کے بدلے میں
عذاب الٰہی سے ڈراتے اور ہمیں گناہوں سے روکتے۔ یہود و نصاریٰ کا یہ عذر باقی نہ رہا۔ حضور انور
تشریف لا چکے قرآن پاک نازل ہو چکا دین مکمل ہو چکا اسلام کو اللہ تعالیٰ نے ساری انسانیت کی ہدایت
کے لئے پسند و مقرر فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

ہے

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يَٰقَوْمِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ
فِيكُمْ أَنبِيَاءَ وَجَعَلَكُم مُّلُوكًا وَآتَاكُم مَّا لَمْ يُؤْتِ أَحَدًا مِّنَ الْعَٰلَمِينَ ۝
يَٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوا عَلَىٰ
أَدْبَارِكُمْ فَتَنقَلِبُوا خَٰسِرِينَ ۝ قَالُوا يَٰمُوسَىٰ إِنَّ فِيهَا قَوْمًا جَبَّارِينَ
وَإِنَّا لَن نَّدْخُلَهَا حَتَّىٰ يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِن يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِنَّا دَاخِلُونَ ۝
قَالَ رَجُلَانِ مِنَ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوا عَلَيْهِمُ
الْبَابَ فَإِذَا دَخَلْتُمُوهُ فَإِنَّكُمْ غَٰلِبُونَ وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِن
كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۝

اور جب کہا موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے اے میری قوم! یاد کرو اللہ کا احسان جو تم پر
ہوا جب بنائے اس نے تم میں سے انبیاء اور بنایا تمہیں حکمران اور عطا فرمایا تمہیں جو نہیں
عطا فرمایا تھا کسی کو سارے جہانوں میں * اے میری قوم! داخل ہو جاؤ اس پاک زمین میں
جسے لکھ دیا ہے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اور نہ پیچھے ہٹو پیٹھ پھیرتے ہوئے ورنہ تم لوٹو گے
نقصان اٹھاتے ہوئے * کہنے لگے اے موسیٰ! اس زمین میں بڑی جابر قوم (آباد) ہے
اور ہم ہرگز داخل نہ ہوں گے اس میں جب تک وہ نکل نہ جائیں وہاں سے اور اگر وہ
نکل جائیں اس سے تو پھر ہم ضرور داخل ہوں گے * (اس وقت) کہا دو آدمیوں نے جو
(اللہ سے) ڈرنے والوں میں سے تھے انعام فرمایا تھا اللہ نے جن پر کہ (بے دھڑک) داخل ہو جاؤ
ان پر دروازے سے اور جب تم داخل ہو گے دروازہ سے تو یقیناً تم غالب آجاؤ گے
اور اللہ پر بھروسہ کرو اگر ہو تم ایمان دار۔ (۵/۲۰ تا ۲۳)

۲۰۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلا کر اطاعت حق تعالیٰ کی
طرف مائل کیا تھا یہاں اسی کا بیان ہے فرمایا لوگو! اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ اس نے مسلسل
نبی تم ہی میں سے بھیجا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد انہی کی نسل میں نبوت رہی یہ سب
انبیاء علیہم السلام تمہیں دعوت توحید و اتباع دیتے رہے یہ سلسلہ حضرت عیسیٰ روح اللہ
علیہ السلام (اولاد حضرت اسحٰق علیہ السلام جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے فرزند اور حضرت یعقوب
علیہ السلام کے والد تھے ان کی اولاد ہی سے انبیاء بنی اسرائیل ہوئے) تک رہا۔ پھر خاتم الانبیاء والرسل
حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کاملہ عطا ہوئی حضور اکرم حضرت اسماعیل علیہ السلام
کے واسطے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسولوں
اور نبیوں سے افضل ہیں۔ فرمایا: اور تمہیں اس نے بادشاہ بنایا یعنی گھربار، اہل و عیال اور خادم دیے

اور اس وقت جتنے لوگ تھے ان سب سے زیادہ نعمتیں تمہیں عطا فرمائیں۔ یہ لوگ اتنا پانے کے بعد بادشاہ کہلانے لگتے تھے۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں سواری اور خادم ملک ہے بنی اسرائیل ایسے لوگوں کو ملوک کہا کرتے تھے بقول قتادہؒ خادموں کا اول اول رواج ان بنی اسرائیلیوں نے ہی دیا ہے * اس وقت جو یونانی قبطی وغیرہ تھے ان سے یہ اشرف و افضل بنا دیے گئے تھے * مراد اس سے ان کے اپنے زمانے والوں پر انہیں فضیلت کا دیا جانا ہے۔ (بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

۲۱۔ ابن اسحٰقؒ نے لکھا ہے "کتب" سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے وہ زمین تم کو بخش دی ہے اور تمہارے لئے مقرر کر دی ہے (تم کو ضرور ملے گی) کلبیؒ نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب کوہ لبنان پر چڑھے تو ان سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ذرا نظر دوڑاؤ جہاں تک تمہاری نگاہ پہنچے وہ ارض مقدس ہے اور تمہاری اولاد کی میراث ہے (تمہاری اولاد بعد از چند نسل زمین کی وارث ہوگی)۔

بغویؒ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ فرمالیا تھا کہ ارض مقدس کا تم کو اور تمہاری قوم کو وارث بنایا جائے گا۔ ارض مقدس سے مراد سرزمین شام تھی پہلے وہاں جابر و ظالم کنعانی آباد تھے۔ فرعون کے کام سے فراغت کے بعد جب بنی اسرائیل مصر میں جا کر سکونت پذیر ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اریحا علاقہ شام جانے کا حکم دیا۔ اریحا ہی ارض مقدس تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا موسیٰؑ میں نے اس زمین کو تمہارا مسکن اور قرارگاہ مقرر کر دیا ہے تم وہاں جاؤ اور وہاں کے لوگوں سے جہاد کرو میں تم کو فتح عنایت کروں گا اور اپنی قوم میں سے بارہ سردار بطور نمائندہ چن لو، ہر سبط کا ایک نمائندہ ہو جو اپنی قوم کی طرف سے تعمیل حکم الٰہی کا ذمہ دار ہو چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے (بارہ) سردار چن لئے اور بنی اسرائیل کو لے کر چلے جب اریحا کے قریب پہنچے تو سرداروں کو تفتیش احوال اور فراہمی معلومات کے لئے اریحا کو روانہ کیا۔ راستہ میں ان کی ملاقات ایک شخص سے ہوئی جو اسی جبار قوم میں سے تھا * اس دراز قامت قوم میں عوج سب سے بڑا اور قوی الجثہ شخص تھا ساری قوم قدآور اور طاقتور تھی *

مجاہدؒ کے نزدیک ارض مقدس سے مراد طور اور حوالی طور ہے ضحاکؒ کے نزدیک ایلیا اور بیت المقدس عکرمہؒ کے نزدیک اور سدیؒ کے نزدیک اریحا، کلبیؒ کے نزدیک دمشق فلسطین اور اردن کا کچھ حصہ اور قتادہؒ کے نزدیک پورا ملک شام۔ حضرت کعبؓ کا بیان ہے کہ میں نے اللہ کی بھیجی ہوئی کتاب (یعنی توریت) میں پڑھا تھا کہ شام اللہ کی زمین کا خزانہ ہے اور اس کے رہنے والے اللہ کے بندوں میں خزانہ ہیں۔ مقدس کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ارض مذکور انبیاء کی قرارگاہ اور اہل ایمان کا مسکن ہے * یہ حکم فرمایا گیا کہ پشت پھیر کر نہ لوٹو ورنہ (دونوں جہان کے ثواب سے) گھاٹے میں ہو گے۔ (بحوالہ تفسیر مظہری)

۲۳ - جو لوگ ملک کا جائزہ لینے گئے تھے وہ جبابرہ کے حالات کو دیکھ کر سخت مرعوب ہوئے اور واپس جا کر حضرت
موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوت و شوکت کا حال سنایا کہ وہ بڑے قد آور اور جسیم ہیں - ہم بالکل ضعیف اور
نحیف اور چھوٹے قد والے ہیں اور وہ بہت طویل القامت - حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اسے
تم اپنے تک محدود رکھنا کسی کو نہ بتانا کہ وہ کون ہیں کیا ہیں اور کس طرح ہیں لیکن وہ چونکہ آنکھوں سے
مشاہدہ کر چکے تھے اس لئے سخت گھبرائے ہوئے تھے اور اپنی برادری کو بھی ان کے حالات سے آگاہ کر دیا
صرف دو بزرگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ارشادِ گرامی پر عمل کیا کہ کسی کو کوئی بات نہ بتائی
ان میں ایک حضرت یوشع بن نون اور دوسرے کالب بن یوقنا جو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام
کے بہنوئی تھے - بہرحال دیگر سب نے بنی اسرائیل کو جبابرین کے متعلق سب کچھ بتا دیا تھا اسی لئے
سب نے یہی کہا کہ بیت المقدس میں تو بہت سرکش قوم رہتی ہے - اس لئے ہمیں ان کے نکالنے
کی طاقت نہیں * ہم اس میں ہرگز داخل نہ ہوں گے جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں ہاں
وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم وہاں جائیں - (بحوالہ تفسیر روح البیان)

۲۴ - دو اشخاص (جن کے نام اوپر ذکر ہوئے ہیں) جن پر اللہ نے بڑا فضل و کرم کیا تھا اور ان کے دل پختہ
تھے وعدہ موسیٰ علیہ السلام پر انہیں اعتماد تھا بولے کہ اللہ کے بندو ہمت کرو دروازۂ شہر میں
گھس جاؤ - ان شاء اللہ اگر تم نے دروازہ پر قبضہ کر لیا تو غالب تم ہی رہو گے کیونکہ ان
لوگوں کے جسم قوی ہیں مگر دل کمزور - اگر تم سچے مومن ہو تو اپنے رب پر بھروسہ کرو وہی کافی
کارساز ہے - (بحوالہ اشرف التفاسیر)

مفہومات مزید: اُذْكُرُوا تم یاد کرو - ذکر یعنی یاد، پند، نصیحت، بیان - امام راغب
لکھتے ہیں: ذکر بول کر کبھی تو اس سے نفس کی وہ ہیئت مراد لی جاتی ہے کہ جس کے ذریعہ انسان
کے لئے جو کچھ معرفت حاصل کرے اس کا یاد رکھنا ممکن ہوا اور یہ حفظ ہی کی طرح ہے مگر حفظ
باعتبار اس کے حصول کے بولا جاتا ہے اور ذکر باعتبار اس کے استحضار کے (یعنی حفظ یاد کرنے
کے لئے) اور کبھی ذکر کسی چیز کے دل میں یا گفتگو میں یاد آ جانے کے لئے بھی بولا جاتا ہے اور اسی لئے
کہا گیا ہے کہ ذکر دو ہیں: ذکرِ قلبی اور ذکرِ لسانی اور پھر دونوں میں سے ہر ایک کی دو قسمیں
ہیں ایک بھولے پیچھے یاد آنا، دوسرے بغیر بھولے یاد رہنا بلکہ دائمی یاد رکھنا نیز ہر قول
یعنی گفتگو اور بیان کو بھی ذکر کہا جاتا ہے: بیہقی تاج المصادر میں رقمطراز ہیں:
ذکر کی دو قسمیں ہیں ایک وہ ذکر جو نسیان کی ضد ہے اور دوسرا وہ ذکر جو کہ قول ہے
* علاوہ ازیں ذکر سے قرآن مجید مراد ہے کیوں کہ اس سے بڑھ کر اور کونسا ذکر ہے ●
نعمت انعام و احسان ● جَعَلَ اس نے کیا، اس نے بنایا، اس نے ٹھہرایا - جعل ایسا

لفظ ہے جو تمام استعمال کے لئے عام ہے (راغب) ● مَلِکٌ بادشاہ ۔ جمع مُلُوکًا ● اُدخلوا
تم داخل ہو ● اَرض زمین ● المُقَدَّسَة پاک کی ہوئی یعنی طور اور حوالیٔ طور (مجاہد)
ایلیا اور بیت المقدس (ضحاک) اریحا (عکرمہ) دمشق، فلسطین اور اردن کا کچھ حصہ
(کلبی) پورا ملک شام (قتادہ) "معالم" ۔ کعب احبار کے قول سے قتادہ کے قول کی تائید ہوتی ہے ●
لَا تَرْتَدُّوا نہ تم پھر جاؤ، نہ تم لوٹ جاؤ ● اِدْبَار پیٹھ پھیرنا ● قلب پلٹنا، الٹنا
موڑنا، پھیر دینا * دل، اس لئے کہ مادۂ حیات اس ہی میں حرکت اور الٹ پلٹ
رہتی ہے * وہ اوصاف جو قلب سے خصوصیت رکھتے ہیں جیسے علم، فہم، عقل، جان،
شجاعت وغیرہ (راغب) ● جبارین گردن کش، زور آور، زبردست جبار کی جمع

● حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل سے خطاب کرتے ہوئے انہیں یاد دلایا کہ
اللہ تعالیٰ نے تم پر کیا کیا انعامات اور احسانات فرمائے ہیں ۔ تمہاری ہی قوم میں انبیاء کو مبعوث فرمایا
بنی اسرائیل کا تعلق حضرت یعقوب علیہ السلام سے ہے اور حضرت یعقوب علیہ السلام ابو الانبیاء
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کے فرزند جلیل ہیں ۔ حضرت
یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں حضرت یوسف علیہ السلام اور پھر حضرت یعقوب علیہ السلام ہی کی
نسل شریف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام اور بے شمار انبیاء پیدا ہوئے
جب کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند اکبر حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کی اولاد
میں یعنی بنو اسماعیل میں سید الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین حضور پر نور
آقائے دو جہاں سیدنا و نبینا و مولٰنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گری ہوئی ۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یاد دلایا کہ یہ بھی تو اللہ تعالیٰ کا انعام ہے تم پر (اے بنی اسرائیل)
کہ تم فرعون کے پنجۂ استبداد میں جکڑے ہوئے قیدی تھے تمہیں اس قید و بند سے چھٹکارا
اور آزادی عطا ہوئی ۔ تمہیں وہ انعامات سے سرفراز ہوئے جو تم سے پہلے کسی کو عطا نہیں ہوئے تھے
یعنی دریائے قلزم سے بسلامت پار اتر آنا، فرعونیوں کا تمہارے سامنے غرق
دریا ہو جانا، جنگل میں پتھر سے پانی کے بارہ چشمے پھوٹ پڑنا تاکہ تمہارے ۱۲ خاندان
علیحدہ علیحدہ سیراب ہو سکیں ۔ تم پر ابر کا سایہ کرنا ۔ تمہارے کھانے کے لئے من و سلویٰ
کا عطا کیا جانا ۔ تمہیں آسائش حیات، گھر بار، بال بچے، خدام وغیرہ سے نواز کر بادشاہ
بنا دیا ۔ جتنی نعمتیں دی گئیں اس سے قبل کسی کو بھی اتنی نعمتیں نہیں دی گئی تھیں ●
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم والوں کو انعامات الٰہیہ یاد دلائے پھر انہیں حکم سنایا کہ اس ارض
مقدس کو چلو جہاں کا داخل ہونا تمہارے لئے مقدر کر دیا گیا ہے یعنی لکھ دیا ہے وہ پاک سرزمین

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تمہیں بخشنے والا ہے۔ ارض مقدسہ سے شام مراد ہے جس کے ایک علاقہ
کا نام فلسطین (کنعان) ہے۔ فرمایا کہ جب ارض مقدسہ میں داخل ہو جاؤ تو پھر الٹے پاؤں
واپس نہ لوٹ جانا اور اگر ایسا ہوا کہ تم پیٹھ پھیر کر پلٹ پڑے تو نقصان و زیاں تمہارا مقدر ہوگا

● بنی اسرائیل کے ۱۲ خاندانوں سے ایک ایک نمائندہ چنا گیا تھا یہ لوگ ارض مقدسہ
گئے تو دیکھا کہ وہاں ایک نہایت قوت ور، جسمانی اعتبار سے قوی و قدآور قوم آباد ہے
قرآن مجید نے انہیں "جبارین" سے موسوم فرمایا ہے۔ انھیں دیکھ کر یہ لوگ پلٹ آئے
اور ان میں سے دس سرداروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تاکیداً منع کرنے کے باوجود اپنے
لوگوں سے جبارین کی طاقت و قوت زور آوری وغیرہ کے متعلق بتا دیا اور انھیں ہیبت زدہ
کر کے کمزور بنا دیا البتہ دو نیک نفس سرداروں نے جن کے نام روایتوں میں یوشع بن نون اور کالب
بن یوفنا بیان ہوئے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہدایت کے موافق کسی سے کچھ نہ کہا اور اللہ تعالیٰ کی
قدرت و کارسازی پر کامل یقین کے ساتھ جمے رہے تھے۔ ارض مقدسہ کے حالات بالتفصیل دس
سرداروں سے سن کر قوم والوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ وہاں تو بڑی
زبردست قوم رہتی ہے لہذا ہم وہاں اس وقت تک نہیں جائیں گے جب تک وہ لوگ یعنی
جبارین وہاں سے نکل نہ جائیں۔ ہاں جب وہ وہاں سے ہٹ جائیں گے تو ہم یقیناً وہاں داخل
ہوں گے

● بنی اسرائیل کے ۱۲ سرداروں کے منجملہ دو بڑے نیک متقی پاکباز اور
خوف خداوندی سے ممتاز تھے ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم خاص تھا یعنی حضرات یوشع
اور کالب بولے کہ پہلے تم حوصلہ مندی کے ساتھ بے دھڑک شہر کے دروازے سے داخل
تو ہو جاؤ تو تمہیں سامنے پا کر وہ مغلوب ہو جائیں گے اور یقیناً تمہیں غلبہ نصیب ہوگا
اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ رکھو اگر تم ایمان کی دولت سے مالامال ہو

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ
رَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ۝ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِىْ وَ
اَخِىْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ۝ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ
اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِى الْاَرْضِ ۗ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ۝
وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَىْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا
وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ۗ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ۗ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ
الْمُتَّقِيْنَ ۝ لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَىَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِىْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ
يَّدِىَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّىْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

بولے اے موسیٰ ہم تو وہاں کبھی نہ جائیں گے جب تک وہ وہاں ہیں تو آپ جائیے اور آپ کا رب تم دونوں لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں * موسیٰ (علیہ السلام) نے عرض کی کہ اے میرے رب مجھے اختیار نہیں مگر اپنا اور اپنے بھائی کا تو تو ہم کو ان بے حکموں سے جدا رکھ * فرمایا تو وہ زمین حرام ہے چالیس برس تک بھٹکتے پھریں زمین میں تو تم ان بے حکموں کا افسوس نہ کھاؤ * اور انہیں پڑھ کر سناؤ آدم کے دو بیٹوں کی سچی خبر جب دونوں نے ایک ایک نیاز پیش کی تو ایک کی قبول ہوئی اور دوسرے کی نہ قبول ہوئی۔ بولا قسم ہے میں تجھے قتل کر دوں گا۔ کہا اللہ اسی سے قبول کرتا ہے جسے ڈر ہے * بے شک اگر تو اپنا ہاتھ مجھ پر بڑھائے کہ مجھے قتل کرے تو میں اپنا ہاتھ تجھ پر نہ بڑھاؤں کہ تجھے قتل کروں۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو مالک ہے سارے جہان کا۔ (۵/۲۴ تا ۲۸)

۲۴۔ (بنی اسرائیل) نے کہا (جس شہر میں جانے کو اور جن لوگوں سے جہاد کرنے آپ فرما رہے ہیں ہمیں معلوم ہے کہ وہ بڑے قوی طاقت ور اور جنگجو ہیں ہم ان سے مقابلہ نہیں کر سکتے) اور جب تک وہ وہاں موجود ہیں ہم وہاں جا نہیں سکتے ہاں اگر وہ لوگ وہاں سے نکل جائیں تو ہم چلے جائیں گے ورنہ آپ کی حکم برداری ہماری طاقت سے باہر ہے * انہوں نے صاف کہہ دیا کہ آپ اور آپ کا خدا جائیں اور لڑیں ہم تو یہاں سے ہلنے کے بھی نہیں۔ (بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا مقدادؓ بن اسود کو ایک مقام ایسا حاصل ہو گیا کہ کاش مجھے وہ حاصل ہو جاتا تو مجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہو جاتا۔ مقدادؓ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکوں کے مقابلہ کی دعوت دی تو مقداد نے عرض کیا ہم وہ نہیں کہ موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم کی طرح کہہ دیں بلکہ ہم حضور کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے ہو کر (دشمن سے) لڑیں گے میں نے دیکھا کہ یہ الفاظ سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک کھل گیا اور

آپ خوش ہو گئے (بخاری) بحوالہ (تفسیر مظہری)

۲۵۔ اس وقت موسیٰ (علیہ السلام) نے عرض کیا کہ اے میرے رب مجھے اپنے نفس کا اور اپنے بھائی کا اختیار ہے اور وں پر میرا زور نہیں کہ ان کو حکم ماننے پر مجبور کروں سو تو ہم میں اور ان میں جدائی کر دے ہم میں اور اس نافرمان قوم میں۔ (تفسیر جلالین)

۲۶۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوا کہ (جب ان لوگوں کا یہ حال ہے تو) اب چالیس برس تک وہ ان پر حرام کر دی گئی (یعنی چالیس سال تک اس سے محروم کر دیے گئے) یہ اسی بیابان میں سرگرداں رہیں گے سو (اے موسیٰؑ!) تم نافرمانوں کی حالت پر غمگین نہ ہو (وہ اپنی بد عملیوں سے اسی محرومی کے مستحق تھے) * حکم الٰہی کہ چالیس سال تک یہ لوگ جزیرہ نمائے سینا کے میدانوں میں ہی پڑے رہیں گے اس میں مصلحت یہ تھی کہ چالیس سال کے اندر پچھلی نسل ختم ہو جائے گی جسے مصر کی غلامانہ زندگی نے نکما کر دیا ہے اور ایک نئی نسل پیدا ہو جائے گی جسے بیابانوں کی آزادانہ آب و ہوا میں نشوونما پائی ہو گی چنانچہ جب چالیس سال گزر گئے اور ایک نئی نسل ظہور میں آگئی تو وہ عزم و ہمت کے ساتھ بڑھی اور موعودہ سرزمین پر قابض ہو گئی۔ (بحوالہ ترجمان القرآن)

۲۷۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح دلیلیں اور روشن معجزات دیکھ کر بھی یہود ہدایت قبول کرنے سے انکار کر دیا کرتے جس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رنج ہوتا۔ اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا قصہ سنا کر اپنے حبیبؐ کو بتاتے ہیں کہ جیسے قابیل نے محض حسد کی بنا پر اپنے بے گناہ اور پاکباز بھائی کو قتل کر دیا تھا یہ بھی حسد کے شکار ہیں۔ انہیں یہ رنج ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے کسی کو کیوں نبی بنا کر بھیجا گیا صرف اس لئے یہ لوگ آپ کی اور آپ کے لائے ہوئے دین کی مخالفت پر کمربستہ ہیں۔

قربان سے مراد کوئی جانور نہیں جو ذبح کیا گیا ہو بلکہ محض نذر خداوندی مراد ہے خواہ وہ جنس کی شکل میں ہو یا کسی جانور کی قربانی کی صورت میں۔ بتایا یہ جا رہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں (قابیل اور ہابیل) نے بارگاہ رب العزت میں نذرانہ عبودیت پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک (ہابیل) کی قربانی کو شرف قبول بخشا اور دوسرے (قابیل) کا نذرانہ نامنظور فرمایا۔ قابیل حسد کے مارے تڑپ اٹھا اور اس میں اپنی تحقیر اور تذلیل سمجھی کہ اس کی قربانی منظور ہو گئی اور میری مسترد کر دی گئی۔ چنانچہ اس نے کہا کہ ہابیل! میں اس ذلت کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اب تیری جان لئے بغیر مجھے تسکین نہیں ہو سکتی ہابیل نے قابیل کی دھمکی کا جواب دیا کہ بھائی اس میں میری کیا خطا ہے۔ اللہ کے ہاں تو اسی کا نذرانہ قبول کیا جاتا ہے جو متقی اور پرہیزگار ہو۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

ہابیل نے اپنے بھائی سے کہا کہ سن لے اے بھائی بے شک اگر تو اپنا ہاتھ مجھ پر بڑھائے گا کہ مجھے قتل کرے لیکن میں اپنا ہاتھ تجھ پر نہ بڑھاؤں گا اس لئے کہ میں اپنے رب تعالیٰ سے ڈرتا

جو مالک ہے سارے جہانوں کا۔

مروی ہے کہ ہابیل قابیل سے قوت و طاقت میں کئی گنا زیادہ تھا لیکن اس کے باوجود قابیل پر جوابی کارروائی نہ کی اور نہ ہی قتل سے بچنے کی کوئی تدبیر کی بلکہ اپنا سر تسلیم خم کر دیا صرف اس لئے کہ کہیں اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہو جائے ✱ اس وقت ان کی شریعت کا حکم یہی تھا کہ اگر کوئی قتل کرنے لگے تو آمادہ ہر گز وہ بجائے جوابی کارروائی کرنے کے سر جھکا دے۔ (بحوالہ تفسیر روح البیان)

مفہومات مزید: أَبَدًا - ہمیشہ، زمانہ مستقبل غیر محدود ● دَامُوا وہ ٹھہرے رہے دوام سے۔ "مَا دَامُوا" جب تک وہ رہیں ● إِذْهَبْ - تو جا ● هٰهُنَا یہاں، اس جگہ ● قَاعِدُوْنَ - ہم یہیں انتظار کریں گے (راغب)۔ یعنی بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) سے کہا ہم یہیں بیٹھے رہیں گے ملک شام کو لڑنے کے لئے تمہارے ساتھ نہیں جائیں گے۔ (سیوطی)

● نَفْسِي اپنی ذات، اپنا آپا ● أَخِي - میرا بھائی ● بَيْنَ - درمیان، بیچ، جدائی، ملاپ، وصل، علاقہ - دو چیزوں کے درمیان اور بیچ کو بتانے کے لئے اس کی وضع عمل میں آئی ہے۔ یہ ملحوظ رہے کہ بَيْنَ کا استعمال یا تو وہاں ہوتا ہے جہاں مسافت پائی جائے جیسے بین البلدین (دو شہروں کے درمیان) یا جہاں دو یا دو سے زیادہ کا عدد موجود ہو جیسے بین الرجلین (دو شخصوں کے درمیان) یا بین القوم (قوم کے درمیان) ● فَاسِقِيْنَ - اسم فاعل جمع - نافرمان خدا ● اربعین چالیس ● سَنَةً سال، برس - جس دن سے بھی شمار کریں (آئندہ سال تک) اسی دن تک ہے ● يَتِيْهُوْنَ سرگرداں گھومتے رہیں گے - تِيْهٌ وہ زمین جس میں مسافر گم ہو جائے ● تَأْسَ تو غم کھاتا ہے، تو غم کھائے گا ● نَبَأَ خبر، اطلاع ● قَرَّبَا قُرْبَانًا پیش کرنا، نزدیک لانا، قرب حاصل ہونے کی امید پر نذر دینا - قربان کا مادہ قُرْبٌ ہے قرب کا استعمال مکان، زمان، رشتہ داری، مرتبہ، حفاظت و نگرانی اور قدرت سب لحاظ سے ہوتا ہے۔ قربان لغت میں اس چیز کو کہتے ہیں جو قرب خداوندی کے حصول کا ذریعہ ہو (خواہ کوئی چیز ہو جاندار یا بے جان یا اعمال صالحہ) اسلامی عرف میں اس ذبیحہ کو قربان کہا جاتا ہے جو اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے ذبح کیا جاتا ہے - اس کی جمع قرابین ہے - (راغب) ● بَسَطْتَّ تو نے دراز کیا، تو نے اٹھایا، یہاں ہاتھ اٹھانے سے مراد مارنا اور حملہ کرنا ہے ● بَاسِطٍ دراز کرنے والا، کھولنے والا، پھیلانے والا -

● حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ارشاد کے برخلاف بنی اسرائیل نے ارض مقدسہ جانے سے انکار کر دیا - اس وقت وہاں ملک شام اور بیت المقدس پر عمالقہ کا غلبہ تھا وہ قوم عاد سے تعلق رکھتے تھے اپنے قد و قامت ڈیل ڈول طاقت و قوت کے لحاظ سے بڑے زبردست اور خوفناک نظر آتے تھے - بنی اسرائیل ان سے مرعوب اور خوفزدہ ہو گئے تھے اسی بنا پر انہوں نے یہ کہا کہ جب تک

وہ لوگ وہاں ہیں ہم تو نہیں جائیں گے۔ بنی اسرائیل بے حد ڈرے ہوئے تھے اپنی اسی کمزوری کی وجہ سے انہوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ آپ اور آپ کا رب جائیں اور ان سے لڑیں ہم تو یہاں پر ہی بیٹھے رہیں گے ہم جانے والے نہیں۔ ائمہ مفسرین نے بنی اسرائیل کے اس قول کو یوں واضح کیا ہے کہ "اے موسیٰ علیہ السلام آپ جائیے اور ان سے مقابلہ کیجیے آپ کا رب آپ کا مددگار ہوگا اور آپ کی نصرت فرمائے گا ہم اس معاملہ میں آپ کی مدد کرنے سے معذور ہیں۔" بنی اسرائیل کا اپنے نبی کے ساتھ یہ رویہ تھا اور دوسری طرف حضور اکرم خاتم النبیین سید المرسلین محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام اور جاں نثار پیروانِ مہاجرین و انصار تھے جنہوں نے غزوہ بدر کے موقع پر اپنے فداکارانہ احساسات کا اظہار کرتے ہوئے بنی اسرائیل کے اس جملہ کے بالکلیہ برعکس کہا تھا کہ ہم یہ نہیں کہیں گے کہ "فاذهب انت وربك...الخ" بلکہ ہم آپ کے دائیں بائیں آگے پیچھے ہر طرف سے آپ پر اپنی جانیں نچھاور کریں گے اور اطاعت کا فرض پورا کرتے رہیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کی اس فدائیت بالخصوص حضرت مقدادؓ کی سب کی جانب سے اس سچی ترجمانی پر بے حد مسرت و خوشی کا اظہار فرمایا۔

● حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم کی طرف سے قطعاً مایوس کن اور فاسقانہ گفتگو سن کر بے حد ملال کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ یہ لوگ میرے قابو میں نہیں ہیں مجھے اپنی ذات اور اپنے بھائی پر اختیار ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں کے متعلق دعا کی کہ مولیٰ ہم میں اور ان بے حکم نافرمانوں میں جدائی پیدا فرما دے۔ یعنی ہم تیرے فضل و کرم میں رہیں اور وہ اپنے کیے کا نتیجہ بھگتیں۔

● اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی نافرمانیوں اور اپنے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات نہ ماننے کی سزا سنا دی کہ اب وہ اس ارضِ مقدس سے چالیس سال تک دور اور محروم رہیں گے اس عرصہ میں جنگل بیابانوں میں بھٹکتے رہیں گے لیکن منزل مقصود اور فوز و فلاح سے دور گرفتارِ مصائب رہیں گے۔ خالق کونین نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ ان لوگوں کی فاسقانہ حرکات اور عدول حکمی پر رنجیدہ خاطر نہ ہونا یا ان کی نعمتوں سے محرومی پر ملال و غم نہ کرنا کیوں کہ وہ بے حکم نافرمان اور فاسقین ہیں۔

● اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ خوبیاں اور کمالات کو دیکھ کر بعض بدبختوں کو حسد پیدا ہو جاتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات معجزات عظمت و شان اور رتبۂ خاتمیت کو دیکھ کر مدینہ منورہ کے یہود کو بے حد حسد ہوا کرتا تھا اور وہ ہر وقت در پے آزار اور بدخواہی میں لگے رہتے تھے اس پر خالق کونین نے حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں کے قصہ سے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی دلجوئی فرمائی حاسد کا حسد اسے دارین میں رسوا اور روسیاہ بنا دیتا ہے۔ اسی حسد کی بنا پر قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کے قتل سے اپنے ہاتھ رنگے اور ہمیشہ کے لیے عتاب الٰہی کا مورد و سزاوار ہوا۔

لغات القرآن سے لے کر

حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں کے اس قصہ میں قرآن حکیم میں قَرَّبَا قُرْبَانًا فرمایا گیا ہے۔ قربان لغت میں اس چیز کو کہتے ہیں جو قرب خداوندی کے حصول کا ذریعہ ہو۔ دنیا میں پہلی قربانی حضرت آدم کے دونوں لڑکوں ہابیل اور قابیل نے پیش کی۔ ہابیل نے کچھ بھیڑیں اور قابیل نے کچھ غلہ کی سوختنی قربانی دی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ایک قربان گاہ بنائی اور بہت جانوروں کی سوختنی قربانی دی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے (بقول یہود) روٹی اور شراب قربانی میں پیش کی۔ پھر حسب وحی بچھیا، بکرا، مینڈھا اور کبوتر ذبح کیا (سفر التکوین ۹ ، ۱۷) پھر حسب الحکم بیٹے کو قربانی کے لئے پیش کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو محفوظ رکھا اور مینڈھے کی قربانی ہوئی۔ عرب میں یہ سنت ابراہیمی حضور علیہ السلام کی بعثت شریف سے پہلے ہی سے جاری تھی یعنی قربانیاں کی جاتی تھیں اور گوشت فقراء کو بانٹ دیا جاتا تھا۔ سوختنی قربانی کا دستور نہ تھا۔ سوختنی قربانی صرف یہودیوں میں جاری تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام دونوں قسم کی قربانیاں دیتے تھے جاندار اور بے جان۔ لیکن سب قربانیاں سوختنی ہوتی تھیں۔ عیسائیوں میں قربانی کا دستور نہ تھا۔ پرانے یونانی قربانی میں نمک اور جو دیتے تھے دونوں چیزیں ایک ٹوکرے میں رکھ کر تھوڑا تھوڑا حاضرین کو تقسیم کر دیتے تھے۔ ممالک عربیہ میں میلاد و مبارک کے جلسوں میں نمک اور جو تقسیم کرنے کا مسلمانوں میں اب بھی رواج ہے (معجم القرآن برحاشیہ)۔ فنیقی، کنعانی، مصری، فارسی، عرب قدیم رومی، مصری اور اکثر مغربی اقوام آدمی کی قربانی کو باعث تقریب جانتی تھیں۔ ۶۵۷ء میں اس کی مخالفت کے لئے رومی قانون بنا لیکن ۸۲۴ء تک جرمنی اور پرتگال کے بعض حصوں میں برابر انسانی قربانیاں ہوتی رہیں۔ (لغات القرآن) آیت (۵/۲۷) میں قربانی کی نوعیت نہیں بیان کی صرف اتنا فرمایا کہ آدمؑ کے دونوں بیٹوں نے قربانی پیش کی۔ جن میں سے ایک کی قربانی بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوئی اور دوسرے کی رد ہو گئی۔ جس بیٹے کی قربانی نامقبول ہوئی اس نے غیظ و طیش اور احساس شکست و تذلیل کے مارے اپنے اس بھائی سے جس کی قربانی قبول ہو گئی تھی یہ کہا کہ میں تجھے قتل کر دوں گا اس کے جواب میں اس سعادت آثار نے کہا کہ اللہ تعالیٰ متقی پرہیزگار اور اس سے ڈرنے والے کی قربانی قبول فرماتا ہے۔

- حضرت آدم علیہ السلام کے اس بیٹے نے جس کی قربانی مقبول ہوئی تھی مزید یہ کہا کہ اگر تو نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا یعنی مار ڈالنے کا اقدام کرے تب بھی میں جواب و انتقام میں تجھ پر ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا یعنی مار نہیں ڈالوں گا کیونکہ میں اللہ رب العزت جو سارے جہانوں کا خالق و مالک اور پالنہار ہے اس سے ڈرتا ہوں۔

إِنِّيٓ أُرِيدُ أَن تَبُوٓءَ بِإِثْمِي وَإِثْمِكَ فَتَكُونَ مِنْ أَصْحَٰبِ ٱلنَّارِ ۚ
وَذَٰلِكَ جَزَٰٓؤُا۟ ٱلظَّٰلِمِينَ ۝ فَطَوَّعَتْ لَهُۥ نَفْسُهُۥ قَتْلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُۥ
فَأَصْبَحَ مِنَ ٱلْخَٰسِرِينَ ۝ فَبَعَثَ ٱللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي ٱلْأَرْضِ لِيُرِيَهُۥ
كَيْفَ يُوَٰرِي سَوْءَةَ أَخِيهِ ۚ قَالَ يَٰوَيْلَتَىٰٓ أَعَجَزْتُ أَنْ أَكُونَ مِثْلَ
هَٰذَا ٱلْغُرَابِ فَأُوَٰرِيَ سَوْءَةَ أَخِي ۖ فَأَصْبَحَ مِنَ ٱلنَّٰدِمِينَ ۝ مِنْ
أَجْلِ ذَٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلَىٰ بَنِيٓ إِسْرَٰٓءِيلَ أَنَّهُۥ مَن قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ
أَوْ فَسَادٍ فِي ٱلْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ ٱلنَّاسَ جَمِيعًا ۚ وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَآ
أَحْيَا ٱلنَّاسَ جَمِيعًا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِٱلْبَيِّنَٰتِ ثُمَّ إِنَّ كَثِيرًا مِّنْهُم
بَعْدَ ذَٰلِكَ فِي ٱلْأَرْضِ لَمُسْرِفُونَ ۝

میں تو یہ چاہتا ہوں کہ تو میرے (قتل کا) گناہ اور اپنا (پچھلا) گناہ (دونوں) اپنے سر رکھ لے پھر تو دوزخیوں میں شامل ہو جائے یہی سزا ہے ظلم کرنے والوں کی * غرض اس کے نفس نے اسے اپنے بھائی کے مار ڈالنے پر آمادہ کر دیا تو اس نے اسے مار ہی ڈالا جس سے وہ نقصان اٹھانے والوں میں ہو گیا * اس پر اللہ نے ایک کوے کو بھیجا جو زمین کو کھودتا تھا تاکہ اسے دکھائے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کو کس طرح چھپائے (یہ دیکھ کر) وہ کہنے لگا ہائے میری کمبختی کیا میں اس سے بھی گیا گزرا ہوں کہ اس کوے کے برابر ہوتا اور اپنے بھائی کی لاش چھپا دیتا؟ غرض وہ (بہت ہی) شرمندہ ہوا * اسی باعث ہم نے بنی اسرائیل پر یہ مقرر کر دیا کہ جو کوئی کسی کو کسی جان کے (عوض کے) یا زمین میں فساد (کے عوض) کے بغیر مار ڈالے تو گویا اس نے سارے آدمیوں کو مار ڈالا اور جس نے ایک کو بچا لیا تو گویا اس نے سارے آدمیوں کو بچا لیا اور یقیناً ان لوگوں کے پاس ہمارے پیغمبر کھلے ہوئے احکام لے کر آئے اس پر بھی ان میں کے بہت سے لوگ ملک میں زیادتی کرنے والے ہی رہے۔ (۵/۲۹ تا ۳۲)

وتو۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ تو میرا اور اپنا گناہ اپنے سر پر رکھ لے جائے یعنی تیرے وہ گناہ جو اس سے پہلے کے ہیں اور میرے قتل کا گناہ بھی یہ مطلب بھی حضرت مجاہدؒ سے منقول ہے کہ میری خطائیں بھی تجھ پر آ پڑیں اور میرے قتل کا گناہ بھی * قاتل کو میدان قیامت میں مقتول ڈھونڈتا پھیرے گا اور اس کے ظلم کے مطابق اس کی نیکیاں لیا جائے گا اور اگر سب نیکیاں لے لینے کے بعد بھی اس ظلم کی تلافی نہ ہوئی تو مقتول کے گناہ قاتل پر رکھ دیے جائیں گے یہاں تک کہ بدلہ ہو جائے تو ممکن ہے کہ سارے ہی گناہ بعض قاتلوں کے سر پر ہو جائیں گے کیونکہ ظلم کے اس طرح

* امام ابن جریر فرماتے ہیں مطلب اس جملہ کا صحیح تر یہی ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ تو اپنے گناہ اور میرے قتل کے گناہ سب ہی اپنے اوپر لے لے تیرے اور گناہوں کے ساتھ ایک گناہ یہ بھی بڑھ جائے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ میرے گناہ بھی تجھ پر آ جائیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ہر عامل کو اس کے عمل کی جزا سزا ملتی ہے پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مقتول کے عمر بھر کے گناہ قاتل پر ڈال دیے جائیں اور اس کے گناہوں پر اس کی پکڑ ہو۔ باقی رہی یہ بات کہ پھر ہابیل نے یہ بات اپنے بھائی سے کیوں کہی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس نے آخری مرتبہ نصیحت کی اور ڈرایا اور خوف زدہ کیا کہ اس کام سے باز آ جا ورنہ گنہگار ہو کر واصل جہنم ہو جائے گا کیوں کہ میں تو تیرا مقابلہ کرنے کا ہی نہیں تو سارا بوجھ تجھ پر ہو گا اور تو ہی ظالم ٹھہرے گا اور ظالموں کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

۳۰۔ پھر اس کے جی نے اس کو اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کر دیا" گویا قابیل نے اپنے نفس کو قتل ہابیل کی دعوت دی اور نفس مان گیا۔ قابیل نے جب ہابیل کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ کس طرح قتل کرے۔ ابن جریج کا بیان ہے کہ شیطان بھیس بدل کر اس کے سامنے آیا اور ایک پرندہ کو پکڑ کر پرندہ کا سر پتھر پر رکھ کر اوپر سے دوسرا پتھر مار دیا اور اس طرح سر کچل کر قتل کر دیا قابیل نے بھی یہ سب کچھ دیکھا اور ہابیل کا سر پتھر پر رکھ کر کچل کر قتل کر دیا۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ ہابیل نے خود سپردگی سے کام لیا اور بعض کا قول ہے کہ سوتے میں سر پر پتھر مار کر قابیل نے قتل کیا۔ "قتل کے بعد خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو گیا" دنیا میں بھی ساری عمر مارا مارا پریشان پھرتا رہا اور آخرت میں بھی جنت کے بجائے دوزخ میں گیا۔ ہابیل کی عمر ۲۰ سال کی ہوئی۔

حضرت ابن عباس رضی نے فرمایا۔ قابیل نے ہابیل کو کوہ ثور (غالباً یہ لفظ ثور ہے۔ واللہ اعلم) پر قتل کیا تھا بعض کے نزدیک کوہ حراء کی گھاٹی کے پاس مارا تھا۔ قتل کرنے کے بعد لاش کو کھلے میدان میں چھوڑ دیا اور کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ نعش کا کیا کرے کیوں کہ روئے زمین پر یہ پہلا انسانی مردہ تھا۔ (تفسیر مظہری)

۳۱۔ جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تو اسے چٹیل میدان پر چھوڑ دیا اب اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ اس کے ساتھ کیا کرے اس لئے کہ دنیا میں بنی آدم میں یہی سب سے پہلا مردہ تھا۔ اس پر درندوں کا خوف ہوا کہ کہیں اسے پھاڑ نہ کھائیں۔ اس نے ایک مشکیزہ میں بند کر کے پیٹھ پر رکھ لیا اور اسے چالیس دن یا چالیس سال اٹھا کر پھرتا رہا یہاں تک کہ تھک گیا پرندے درندے اس انتظار میں تھے کہ وہ کب اسے نیچے پھینکتا ہے تاکہ ہماری غذا بنے۔ اللہ تعالیٰ نے دو کوے بھیجے اور اس کے سامنے آ کر لڑنے لگے۔ ایک نے دوسرے پر حملہ کر کے اسے مار ڈالا پھر گڑھا کھود کر

زمین میں دبا دیا۔ قابیل یہ سارا ماجرا دیکھتا رہا۔ اس نے کہا ہائے ہائے کیا اتنا عاجز ہوں کہ ہو جاؤں اس کوے کی طرح تاکہ اپنے بھائی کی لاش چھپاؤں تو بار وہ اپنے اوپر تعجب کر رہا تھا کہ میں اس کوے سے بھی گیا گزرا ہوں کہ اسے تو یہ کام آتا ہے اور میں اس سے بے خبر ہوں۔ یعنی اس سے بھی عاجز ہوں کہ کوے کی طرح ہو کر اپنے بھائی کی لاش چھپا ڈالوں۔ بس وہ اپنے بھائی کو قتل کر کے نادم ہوا۔ لیکن اسے ندامت ان امور کی وجہ سے ہوئی نہ کہ گناہ کے ارتکاب پر اللہ کے خوف سے جو کہ وہی کی یہ ندامت توبہ کے طور پر تھی اس لئے ندامت نے کوئی فائدہ نہ دیا۔ (تفسیر روح البیان)

۳۲۔ ہم نے حضرت بنی اسرائیل پر جو اپنے اولاد انبیاء ہونے پر فخر کرتے ہیں اور جرائم پر دلیر ہیں یہ لکھ دیا تھا کہ جو شخص کسی نفس انسانی کو بلا وجہ قتل کرے (کہ نہ تو اس نے کسی کو قتل کیا ہو نہ زمین میں ڈکیتی۔ زنا۔ بغاوت وغیرہ سے فساد پھیلایا ہو) پھر بھی اسے قتل کر دیا تو اس پر ایسا گناہ ہے جیسے کوئی تمام لوگوں کو قتل کر دے * اور جس نے کسی مرتے ہوئے کو بچا لیا کہ ظلماً قتل ہو رہا تھا اسے قاتل سے چھڑا لیا بھوک پیاس سے مر رہا تھا بچا لیا۔ آفت ناگہانی سے قریب موت تھا کو بچا لیا اسے ایسا ثواب ملے گا جیسے کہ سارے انسانوں کو موت سے بچائے۔ ایک مہربانی اور تمام مہربانی ایک ہی قسم کی نیکی ہے اس کا ثواب بھی ایک ہی قسم کا ہے۔ پھر بنی اسرائیل کے پاس بہت سے نبی تشریف لائے معجزات دکھائے احکام الٰہی سنائے القرآن میں ان سے یہی فرمایا کہ ظلماً قتل سخت جرم ہے ان تمام کے باوجود پھر بھی بہت سے بنی اسرائیل زمین میں فساد پھیلاتے رہے اور پھیلا رہے ہیں کہ نبیوں کو قتل کیا آپس میں سخت خونریزی کی۔ یہ تو عادی مجرم ہیں ([illegible])

مفہومات مزید - أُرِيدُ میں چاہتا ہوں۔ إِرَادَةٌ سے ● تَبُوءَ تو پھر جائے، تو لوٹے، تو حاصل کرے، تو سمیٹے، تو کمائے۔ بَوْءٌ سے جس کے معنی لوٹنے کے ہیں ● إِثْمِيْ میرا گناہ ● إِثْمِكَ۔ تیرا گناہ ● جَزَاءٌ۔ جزا دینا، بدلہ دینا، سزا دینا، وہ معاوضہ یا بدلہ جو مقابلہ سے مستغنی کر دے۔ خیر کے بدلہ میں خیر اور شر کے بدلہ میں شر جزا کہلاتا ہے ● طَوَّعَ۔ خوشی فرمانبرداری اور سہل و آسان کر دیا اسی سے ہے اطاعت ● أَصْبَحَ۔ ہوا۔ ہو گیا۔ اس نے صبح کی اس کو صبح ہوئی اصباح سے جس کے معنی صبح کرنے کے ہیں ● بَعَثَ اس نے بھیجا ● عَجَزْتُ میں عاجز ہوا غُرَابٌ۔ کوا ● يَبْحَثُ۔ کریدنا، کھودنا ● فَسَادٌ۔ بگاڑ، خرابی، تباہی، بگڑ جانا، خراب ہو جانا۔ بَيِّنَاتٌ۔ کھلی ہوئی دلیلیں، روشن دلیلیں ● ثُمَّ پھر۔ حرف عطف ہے، ماقبل سے مابعد کے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے خواہ یہ متاخر ہونا بالذات ہو یا باعتبار مرتبہ کے یا وضع کے لحاظ سے ہو۔

● ہابیل نے جب قابیل کو آمادہ قتل دیکھا تو اس سے کہا کہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ تو جب مجھے قتل کرے تو پھر تیرے اپنے گناہوں کے ساتھ میرے قتل کا گناہ بھی اپنے سر لے کر اس بوجھ کے ساتھ

اس طرح ظاہر ہوگا کہ اس کی سزا کے طور پر دوزخیوں کے زمرہ میں شامل ہو جائے کیونکہ ناحق قتل وغارتگری
ظلم وزیادتی کرنے والوں کی یہی سزا اور انجام ہوتا ہے ۔ روزِ حشر مظلوموں کی جب آئے گی کہ
ان پر جو ظلم ہوئے ہیں اس کے بدلے ظالموں کی نیکیاں انہیں دی جائیں گی ۔ اگر ظالموں کے پاس نیکیاں
نہ ہوں تو پھر مظلوموں کے گناہوں کا بوجھ ظالموں پر ڈال دیا جائے گا تاکہ ادائے حقوق ہو سکے اس طرح
ظالموں کو واصل جہنم کر دیا جائے گا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قیامت کے دن میری امت میں
مفلس وہ آدمی ہوگا جو نماز، روزہ، زکوٰۃ (سب کچھ) لے کر آئے گا (لیکن) کسی کو گالی دی ہوگی، کسی
کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا ۔ لہٰذا اس کی کچھ نیکیاں اس کو کچھ نیکیاں اس کو (جس کے ساتھ
اس شخص نے ظلم وزیادتی کی ہوگی) دے دی جائیں گی اور حقوق کی ادائیگی پوری بھی نہ ہوگی اور
نیکیاں باقی نہ رہیں گی تو حقداروں کے گناہ اس (ظالم) پر ڈال دیے جائیں گے پھر اسے دوزخ میں
پھینک دیا جائے گا ۔ (مسلم شریف)

- قابیل نے جذبۂ حسد اور عداوت کے زیر اثر اپنے بھائی ہابیل کے قتل کا نہایت بے دردانہ
منصوبہ کر لیا اس کے نفس نے جب اسے اس کام کے لیے ابھارا تو اس نے واقعتاً اپنے بھائی کو مار ڈالا
قابیل نے ہابیل کو کس طرح قتل کیا اس بارے میں مفسرین نے مختلف خیال قدیم روایتوں کی روشنی میں
ظاہر کیے ہیں ۔ اس قتل نے قابیل کو بے پناہ نقصان اٹھانے والوں میں شامل کر دیا ۔ دنیوی لحاظ سے بھی
اسے اس کی سزا بھگتنی پڑی اور ناحق خون کی بنا پر آخرت میں اس کے لیے دوزخ کا شدید عذاب مقدر ہوا
اسے اس کی دائمی سزا بھی حاصل ملتی ہے ۔ صحیحین کی حدیث میں آیا ہے کہ "جو قتل بھی ظلماً ہوتا
ہے (قاتل کے ساتھ ساتھ) اس خون ناحق کا بوجھ آدم کے اس پہلے بیٹے پر بھی ہوتا ہے کیونکہ
یہ (قابیل) پہلا شخص ہے جس نے قتل کا کام کیا ۔ کتب احادیث میں یہ ارشاد بھی ملتا ہے کہ
بغی (ظلم وزیادتی) اور قطع رحمی یہ دونوں گناہ اس بات کے زیادہ لائق ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے
مرتکبین کو دنیا میں ہی جلد سزا دے دے پھر بھی آخرت کی سزا اس کے علاوہ ان کے لیے ذخیرہ ہوگی
جو انہیں وہاں بھگتنی ہوگی ۔" (ابوداؤد، ابن ماجہ اور مسند احمد) ظلم وزیادتی اور قطع رحمی قابیل میں جمع تھے ۔

- آدم علیہ السلام کی اولاد میں ہابیل پہلے ہیں جنہوں نے موت کا مزہ چکھا کہ اس سے پہلے کسی کو دنیا میں
موت نہیں آئی تھی یہ سب سے بڑا المیہ تھا کہ یہ موت کا واقعہ قتل کی صورت میں رونما ہوا ۔ قتل
کر چکنے کے بعد اب قابیل کے سامنے بہت بڑا مسئلہ ہابیل کے بے جان جسم کا تھا کہ وہ اسے کیا کرے
اللہ تعالیٰ نے ایک کوے کے ذریعہ اسے بتا دیا کہ لاش کو کس طرح زمین میں دفن کرے ۔ کوے نے
اپنے پنجوں سے زمین کھودی اور اپنے مقتول ساتھی کوے کو اس میں چھپا دیا اور مٹی ڈال دی ۔ یہ دیکھ کر
قابیل نے خود کو ملامت کی اور افسوس کے ساتھ کہا کہ میں تو اس سے بھی گیا گزرا نکلا کہ اس

کی طرح کم از کم اپنے بھائی کے مردہ جسم کو سپرد لحد کر دیتا۔ ہابیل کی لاش کو ڈھوتے پھرنے والے قابیل کے متعلق قرآن پاک نے فرمایا کہ وہ حسرت پچھتانے والوں یعنی نادمین میں ہو گیا۔ بعض مفسرین نے ہابیل کی لاش کو قابیل نے کس طرح شکنجے یا کسی دوسری چیز میں چھپا کر کتنے عرصہ تک اٹھائے گھومتا رہا اس بارے میں بہت ساری تفصیلات بیان کی ہیں۔

● قابیل نے جب قتل کا دروازہ کھول دیا تو پھر اس کا سلسلہ بعد والوں میں اب جاری ہو کر بعد میں رکنے کا نام نہ لیا۔ قتل ناحق ایک نہایت گھناونا جرم، انسانی جان کے احترام کے منافی اور نہایت قابل نفرت کام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے صحائف میں اس قبیح ترین عمل یعنی خون ناحق سے منع فرما دیا۔ چنانچہ بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے نازل شدہ کتاب میں بھی یہ ممانعت فرما دی (قصاص یا زمین میں فساد ڈالنے کے عوض ہو سوا اس کو چھوڑ کر) جو بھی خون ناحق ہو وہ گویا تمام لوگوں کے قتل کے مماثل ہے اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذاب کو بلانے کے برابر ہے اور کسی نے اگر ایک ناحق قتل ہونے والے کو بچایا یا کسی کی کسی طرح جان بچائی تو گویا اس نے سارے لوگوں کو بچا لیا اور اس کا یہ احیا اقدام اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل و کرم کو متوجہ کر لینے کی شکل ہے۔ اہل کتاب امم سابقہ کے پاس اللہ تعالیٰ کے پیغمبر عظیم معجزات اور روشن ثبوت نشانیاں لے کر آئے اور انھوں نے بھی لوگوں کو ظلم و زیادتی قطع رحمی اور امور قبیح سے مسلسل روکا، احکام الٰہی سنائے خونریزی اور غارتگری سے منع کیا پھر بھی نافرمان زمین پر فساد برپا کرتے رہے ظلم و جبر، قتل و خون کو جاری رکھنے کے مرتکب ہوتے رہے جرائم کے عادی ہو گئے اور حد سے گزر جانے والے ہیں۔

إِنَّمَا جَزَٰٓؤُا۟ ٱلَّذِينَ يُحَارِبُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَسْعَوْنَ فِى ٱلْأَرْضِ فَسَادًا
أَن يُقَتَّلُوٓا۟ أَوْ يُصَلَّبُوٓا۟ أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم مِّنْ خِلَٰفٍ
أَوْ يُنفَوْا۟ مِنَ ٱلْأَرْضِ ۚ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْىٌ فِى ٱلدُّنْيَا ۖ وَلَهُمْ فِى ٱلْءَاخِرَةِ
عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ إِلَّا ٱلَّذِينَ تَابُوا۟ مِن قَبْلِ أَن تَقْدِرُوا۟ عَلَيْهِمْ
فَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ
وَٱبْتَغُوٓا۟ إِلَيْهِ ٱلْوَسِيلَةَ وَجَٰهِدُوا۟ فِى سَبِيلِهِۦ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝

بلاشبہ سزا ان لوگوں کی جو جنگ کرتے ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور کوشش کرتے ہیں
زمین میں فساد برپا کرنے کی یہ ہے کہ انہیں (چن چن کر) قتل کیا جائے یا سولی دیا جائے یا
کاٹے جائیں ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں مختلف طرفوں سے یا جلا وطن کر دیے جائیں یہ تو ان کے لئے
رسوائی ہے دنیا میں اور ان کے لئے آخرت میں (اس سے بھی) بڑی سزا ہے * مگر وہ جنہوں نے
توبہ کر لی اس سے پہلے کہ تم قابو پا لو ان پر (ان کو معاف کر دیا جائے گا) اور خوب جان لو کہ
یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت رحم فرمانے والا ہے * اے ایمان والو! ڈرو اللہ تعالیٰ سے
اور تلاش کرو اس تک پہنچنے کا وسیلہ اور جہاد کرو اس کی راہ میں تاکہ تم فلاح پاؤ (۵/۳۳ تا ۳۵)

۳۳ ۔ محاربہ کے معنیٰ حکم کے خلاف کرنا، برعکس کرنا، مخالفت پر تل جانا ہیں مراد اس سے کفر، ڈاکہ زنی
زمین میں شورش و فساد اور طرح طرح کی بد امنی پیدا کرنا ہے یہاں تک کہ سلف نے یہ بھی فرمایا ہے کہ
سکے کو توڑنا بھی زمین میں فساد مچانا ہے ۔ اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتا ۔ یہ آیت مشرکوں کے بارے
میں نازل ہوئی ہے اس لئے کہ اس میں یہ بھی ہے کہ جب ایسا شخص ان کاموں کے بعد مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار
ہونے سے پہلے ہی توبہ کرلے تو پھر اس پر کوئی مواخذہ نہیں برخلاف اس کے کہ مسلمان ان کاموں کو کرے اور بھاگ
کر کفار میں جا ملے تو حد شرعی سے آزاد نہ ہوگا ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ آیت مشرکوں کے بارے میں اتری ہے
پھر ان میں سے جو کوئی مسلمانوں کے ہاتھ آجانے سے پہلے توبہ کرلے تو جو حکم اس پر اس کے فعل کے باعث ثابت ہو چکا
ہے وہ ٹل نہیں سکتا ۔ (تفسیر ابن کثیر)

۳۴ ۔ اگر وہ لوگ گرفتار ہونے سے پہلے اس فعل بد (ڈاکہ زنی، زمین میں شورش و فساد اور طرح طرح کی
بد امنی، لوٹ مار، قتل و غارت گری وغیرہ) سے توبہ کرلیں تو ان سے یہ حد ساقط ہو جائے گی ہاں حقوق
عباد خواہ مال ہوں خواہ جانی اس کا عوض حسب ضابطہ ان سے ضرور لوگوں (متاثرین) کو دلائے گی ۔ (تفسیر حقانی)

۳۵ ۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کو تین چیزوں کا حکم دیا ہے اور ان تین چیزوں کا ایک نتیجہ ارشاد
فرمایا ۔ تقویٰ، وسیلہ کی تلاش، مجاہدہ کا حکم دیا، فلاح و کامیابی کا وعدہ فرمایا خیال رہے ارشاد ہوا کہ اے وہ لوگو
یا اے وہ مخلوق جو ایمان لا چکے اللہ سے ڈرو کر اس کی اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی پیروی کرو

اور صرف اپنے تقویٰ پر ہی بھروسہ نہ کرو صرف ایمان تقویٰ سے تم منزل تک نہیں پہنچ سکتے بلکہ رب تک پہنچنے کے لئے وسیلہ تلاش کرو جس کے ذریعہ تم ایمان و اعمال بخوبی تمام منزل مقصود تک پہنچ سکو۔ اور وسیلہ کی تلاش میں خوب کوشش اور مشقت کرو تاکہ تم دین و دنیا میں کامیاب رہو * اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پہلے ایمان کا ذکر فرمایا پھر تقویٰ کا کیونکہ ایمان کے بغیر تقویٰ بے کار ہے، نیز ایمان کے ساتھ تقویٰ بھی ضروری ہے پھر تقویٰ کے ساتھ تلاش وسیلہ بھی لازم ہے تاکہ اعمال کی دولت بخوبی ہمارے اس وطن میں پہنچ جائیں ہم کو اس کی ضرورت ہے۔ راستہ میں شیطان وغیرہ ڈکیتی و چوری نہ کر لیں نیز یہ اعمال وسیلہ کی برکت سے قابل قبول ہو جائیں۔ (اشرف التفاسیر)

مفہومات مزید : ● يُحَارِبُونَ: جو لڑتے ہیں ● يَسْعَوْنَ: دوڑتے پھرتے ہیں، کوشش کرتے ہیں ● يُصَلَّبُوا: ان کو سولی دی جائے ● تُقَطَّعَ: قطع کیا جائے، کاٹا جائے ● أَيْدِيهِمْ: ان کے ہاتھ ● أَرْجُلُهُمْ: ان کے پاؤں ● أَوْ: یا، خواہ، یہاں تک، مگر، جبکہ، اگرچہ، کیا۔ حرف عطف ہے مختلف معانی شک، ابہام، تخییر، اباحت اور تقسیم کے لئے آتا ہے ● يُنْفَوْا: ان کو نکال دیا جائے ● خِزْيٌ: ذلت، خواری، رسوائی ● تَابُوا: انہوں نے توبہ کی، وہ باز آگئے ● تَقْدِرُوا: تم قادر ہوئے، تمہارا بس چلا، تم قدرت پاؤ، تمہارا ہاتھ پڑے ● اِعْلَمُوا: تم جان لو ● اتَّقُوا: تم ڈرو، پرہیزگاری اختیار کرو ● ابْتَغُوا: تم تلاش کرو، چاہو ● الْوَسِيلَةَ: اسم۔ قرب، نزدیکی، قرب کا ذریعہ (خطیب فی السراج) یعنی طاعت (سیوطی) وسیلہ وہ چیز ہے جو اللہ کے قریب تم کو پہنچا دے یعنی طاعت، طاعت کے ذریعہ سے قرب (البیان) صاحب قاموس نے لکھا ہے وسیلہ۔ سبب و مستاویز، نزدیکی مرتبہ، بادشاہ کے نزدیک منزلت۔ ● جَاهِدُوا: تم خوب کوشش کرو تم لڑو، تم جہاد کرو ● سَبِيلِهِ: اس کی راہ، اس کا راستہ۔ (لغات القرآن)

● جان و مال کی سلامتی و حفاظت، عبادات اور معمولات حیات کی پرسکون سرگرمیاں علامات امن ہیں جب اس میں ڈاکہ زنی، چوری، قتل، غارتگری، خوف و دہشت انگیزی، جبر و تشدد، ظلم و زیادتی کے ذریعہ رخنہ اندازی کی جائے تو اس فتنہ و فساد اور بد امنی کو احکام خدا و رسول کی خلاف ورزی اور مخالفت قرار دیا جائے گا قرآن حکیم نے مملکت اسلامیہ کے کسی باشندے پر خواہ مسلمان ہو یا ذمی دست درازی کو اللہ اور اس کے رسول سے محاربت سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور پھر ان تمام محاربین کی سزاؤں کا بیان ہوا * یہ ذلت آمیز سزائیں دنیا میں ہیں جب کہ آخرت میں ان کے لئے اس سے بھی زیادہ عذاب و سزائیں ہیں

● مجرم گرفتاری سے پہلے تائب ہو جائیں تو ان کے لئے معافی ہے تاہم جان و مال سے متعلق حقوق العباد ساقط نہ ہوں گے

● جس چیز کے ذریعہ کسی تک پہنچا جائے اور اس کا قرب حاصل ہو اسے وسیلہ کہتے ہیں ایمان، اعمال صالحہ، عبادات، پیروی سنت اور گناہوں سے اجتناب یہ سب اللہ تعالیٰ تک پہنچنے اور اس کا قرب حاصل کرنے کا وسیلہ ہیں۔ قرب حق کے لئے تقویٰ وسیلہ اور پھر دوم معروف جہاد بنیادی لازمی ہے * عربی میں جہاد کا مفہوم بہت وسیع اور عام ہے، ہر سخت کوشش جو ٢٢ ہو جو کسی بھی دینی جدوجہد سے کی جائے۔ اسی طرح فلاح کا لفظ بھی دنیوی اخروی، مادی و روحانی ہر طرح کی کامیابی اور کامرانیوں پر محیط ہے۔

(تفسیر ابن کثیر)

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ أَنَّ لَهُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ
لِيَفْتَدُوا بِهِ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۖ وَلَهُمْ
عَذَابٌ أَلِيمٌ ○ يُرِيدُونَ أَن يَخْرُجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُم بِخَارِجِينَ
مِنْهَا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ○ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا
أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ○
فَمَن تَابَ مِن بَعْدِ ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللَّهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ ۗ
إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○

بے شک کافروں کے پاس اگر زمین میں جو کچھ ہے (وہ) سب اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور بھی ہو تاکہ اس کو دے کر وہ قیامت کے عذاب سے چھوٹ جائیں (اور اس کو تاوان میں دے دیں) تو ہرگز ان سے قبول نہ کیا جاوے گا اور ان کو عذاب الیم ہی ہوگا * وہ چاہیں گے کہ جہنم آگ سے نکل جاویں اور وہ اس سے ہرگز نہ نکل سکیں گے اور ان کے لئے (تو) ہمیشہ کا عذاب ہے * اور جو کوئی مرد یا عورت چوری کرے تو ان کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے فعل کی (یہ) جزا ہے اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے * پھر جو کوئی اپنے ظلم کے بعد توبہ کرے اور سدھر جاوے تو اللہ تعالیٰ (بھی) اس کو معاف کرتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ (۵ ۳۶ تا ۳۹)

وعدہ نافرمان اور منکروں کافروں کے متعلق ہے کہ "ایسے سخت اور برے عذاب انہیں ہوں گے کہ اگر اس وقت روئے زمین کے مالک ہوں بلکہ اتنا ہی اور بھی ہو تو ان عذابوں سے بچنے کے لئے بطور بدلے کے سب دے ڈالیں لیکن ایسا ہو بھی جائے تو بھی ان سے یہ فدیہ قبول نہیں بلکہ جو عذاب ان پر ہیں وہ دائمی، ابدی اور دوامی ہیں جیسے اور جگہ ہے کہ جہنمی جب جہنم میں سے نکلنا چاہیں گے تو پھر دوبارہ اسی میں لوٹا دیے جائیں گے ... الخ بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلوں کے ساتھ اوپر آجائیں گے کہ داروغے انہیں لوہے کے ہتھوڑے مار مار کر پھر قعر جہنم میں گرا دیں گے۔ غرض ان دائمی عذابوں سے چھٹکارا محال ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایک جہنمی کو لایا جائے گا پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ اے ابن آدم کہو تمہاری جگہ کیسی ہے وہ کہے گا بدترین اور سخت ترین۔ اس سے پوچھا جائے گا کہ اس سے چھوٹنے کے لئے تو کیا خرچ کرنے پر راضی ہے وہ کہے گا ساری زمین بھر کر سونا دے کر بھی میں یہاں سے چھوٹوں تو بھی سستا چھوٹا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جھوٹا ہے میں نے تو تجھ سے اس سے بہت ہی کم طلب کیا تھا لیکن تو نے کچھ بھی نہ کیا۔ پھر حکم دیا جائے گا اور اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (مسلم)

(تفسیر ابن کثیر)

۳۷۔ "عذابِ الیم میں مبتلا کافر کیا کریں گے" اس کا جواب ہے کہ وہ جہنم کی آگ سے نکلنے کی کوشش کریں گے۔ (۱) وہ
شعلے ان کے سروں کے اوپر چڑھ جائیں گے ان شعلوں سے نکلنے کا ارادہ کریں گے تو پھر جہنم کی طرف
الٹی ڈھکیلا جائے گا (۲) جہنم کے شعلے اور اس کی طاقت الٹی اٹھا کر باہر پھینکنے کا زور لگائے
گی جس سے وہ باہر نکلنے کا ارادہ کریں گے (۳) وہ دل ہی دل میں جہنم سے نکلنے کا ارادہ کریں گے*
ارادہ تو نکلنے کا کریں گے حالانکہ وہ اس سے نکل نہ سکیں گے اس لئے کہ جونہی وہ جہنم سے باہر نکلنے
کا ارادہ کریں گے تو الٹی دھکے دے کر پھر جہنم میں لوٹایا جائے گا اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے
ایسا دائمی کہ کبھی منقطع نہ ہوگا اس عذاب کی سختی کے ساتھ ساتھ بتایا گیا ہے کہ وہ عذاب غیر متناہی ہے*
یہ کفر اور اس کی جزا یعنی جہنم میں دائمی طور پر رہنا اس وجہ سے ہے کہ توفیق ازل میں نور الٰہی کے
چھینٹوں سے محروم رہا جبکہ اہل ایمان کو عالم ارواح میں نور سے وافر حصہ نصیب ہوا۔ (تفسیر روح البیان)

۳۸۔ قرآن مجید میں عموماً احکام میں خطاب مردوں کی طرف ہے عورتیں تبعاً ان احکام میں شامل
ہیں مگر اس آیت میں محض اس حکم کی تاکید ظاہر کرنے کی غرض سے سارق مرد چور اور سارقہ
چور عورت دونوں کا ذکر کیا۔ سرقہ لغت میں چوری کو کہتے ہیں یعنی کسی کا مال جو حفاظت
میں رکھا ہو چھپا کر لے جانا یہاں تین باتیں ہیں (۱) مال جس کی چوری کی گئی اس کی اس آیت
میں کوئی قید نہیں کہ کس قدر مال چرانے پر سزا دی جائے حضرت ابن زبیر، ابن عباس رضی اللہ عنہم
اور حضرت حسن بصریؒ نے اس کو مطلق رکھا۔ مگر جمہور علماء مجتہدین کہتے ہیں کہ مال کا نصاب ایک ربع دینار
ہے ہر شخص اور ہر قوم اور ہر زمانے کے لحاظ سے اس کے معنی میں تفاوت ہو سکتا ہے* (۲) یہ
مال جس کو چرایا ہے مالک کی حفاظت میں ہو کیونکہ راستہ میں پڑی ہوئی چیز کا اٹھا کر لے جانا عرف
میں چوری نہیں تاہم بعض کے نزدیک خلاف جمہور حفاظت کوئی شرط نہیں سمجھا جاتا* (۳)
لوگوں سے چھپا کر لے جائے کہ جانتا لوگ اس کو دیکھیں تو پکڑ لیں* فاقطعوا ایدیھما
یہ سزا ہے چوری کی کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے* جزآءً بما کسبا سے یہ بات صاف
معلوم ہوتی ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹنا ہی اس کے فعل بد کی سزا ہے۔ (بحوالہ تفسیر حقانی)

۳۹۔ (چور) آئندہ کے لئے اپنی اصلاح بھی کرے کہ کبھی چوری نہ کرنے کا عہد کرے تو اللہ تعالیٰ غفور
رحیم ہے۔ اسے آخرت کی سزا نہ دے گا* جو چور چوری کرنے کے بعد توبہ کرے کہ مالک مال سے
معافی مانگ لے اور اصلاح بھی کرے کہ اس کا چرایا ہوا مال اسے دیدے اور مالک راضی ہو جائے
حاکم کے پاس چوری کا مقدمہ نہ لائے تو اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے اسے ہاتھ کاٹنے کی سزا سے معافی دے دے گا،
کیا تم کو خبر نہیں کہ اللہ تمام آسمانوں اور زمین کا مالک حقیقی ہے جس مجرم کو چاہے سزا دے اور جس
مجرم کو چاہے بخش دے نہ کوئی سزا دینے سے روک سکتا ہے نہ بخشش دینے سے اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

[illegible]

جو چاہتا ہے کرتا ہے (اشرف التفاسیر)

مفہومات مزید: إِنَّ - أَنَّ۔ تحقیق، بے شک، یقیناً، یہ دونوں حرف تحقیق ہیں اور حروف مشبہ بالفعل میں سے ہیں۔ خبر کی تاکید کے و تحقیق مزید کے لئے آتے ہیں اپنے اسم کو نصب و خبر کو رفع دیتے ہیں ● اَلَّذِيْنَ (وہ سب مرد) جو - جنہوں۔ اسم موصول ہے۔ اَلَّذِیْ کی جمع ● كَفَرُوْا جمع مذکر غائب ماضی معروف، کُفْر مصدر۔ انہوں نے اسلام کا انکار کیا، انہوں نے تکذیب کی، انہوں نے نہ مانا ● لَوْ حرف شرط ہے دو جملوں پر آتا ہے اول سبب دوسرا مسبب یا اول شرط دوسرا جزا ہوتا ہے، اصل یہ ہے کہ دونوں جملے فعلیہ ماضیہ ہوتے ہیں جس طرح اِنْ مستقبل کے لئے آتا ہے اسی طرح لَوْ ماضی کے لئے، اِنْ کے ترجمہ میں کیا جائے "گا" اگر ایسا ہوگا یا نہ ہوگا تو ایسا ہوگا یا نہ ہوگا اور لَوْ کے ترجمہ میں کیا جائے "تا" اگر ایسا ہوتا یا نہ ہوتا تو ایسا ہو جاتا یا نہ ہو جاتا۔ (لَوْ کے متعلق مزید مباحث کے لئے لغات سے رجوع فرمایا جائے) ● مِثْلَهٗ اس کی طرح، اس کے برابر ● يَفْتَدُوْا۔ جمع مذکر غائب مضارع منصوب اِفْتِدَاءٌ مصدر (افتعال) کہ وہ بدلہ میں دے کر چھوٹ جائیں ● يُرِيْدُوْنَ جمع مذکر مضارع مرفوع اِرَادَةٌ سے۔ منفی: وہ نہیں چاہتے۔ مثبت: وہ چاہتے ہیں، وہ آرزو کرتے ہیں ● يَخْرُجُوْا کہ نکلیں یہاں سے کہ نکلیں ● مُقِيْمٌ: اسم فاعل واحد مذکر مرفوع، اِقَامَةٌ مصدر - اٹل، دوامی ● سَارِقُ - چور، چوری کرنے والا۔ سَرِقَةٌ سے، اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ● سَارِقَةُ چوری کرنے والی، چورنی، چرانے والی سَرِقَةٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ● قُطِعَ واحد مذکر غائب ماضی مجہول قَطْعٌ مصدر۔ کاٹنا، کاٹ دینا حسی طور پر یا معنوی طور پر، کاٹنے کا مفہوم تمام استعمالات میں مشترک ہے (۱) قطع السبیل راستہ طے کرنا (۲) نیز گزرنے والوں کو گزرنے سے روک دینا اور ان کا مال چھین لینا، (۳) قطع الرحم، رشتہ کاٹ لینا، تعلق قطع کر لینا (۴) زندگی کو کاٹ دینا یعنی مار ڈالنا (۵) دل کا کٹ جانا یعنی مر جانا یا ندامت کے مارے کٹ کٹ جانا (۶) قطع الامر کسی بات کا فیصلہ کر دینا، مجازاً کاٹ دینا (۷) نسل کاٹ دینا، ختم کر دینا ● كَسَبَا تثنیہ مذکر غائب ماضی معروف، یہ لفظ اگرچہ تثنیہ مذکر کے لئے موضوع ہے لیکن اس جگہ ایک مرد اور ایک عورت مراد ہے۔ استعمال عرب میں ایسا جائز ہے۔ دونوں نے برا کام کیا ● نَكَالًا: اسم منصوب نکرہ۔ عبرت عذاب، سزا۔ نِکْلٌ قید سخت بندش، لگام، لگام کا دہانہ، آگ کی بندش۔ نِکْلٌ وہ چیز جس سے سزا دیں۔ نُکْلَةٌ عبرت ناک سزا۔ نِکْلٌ رسی، طاقتور آدمی، بہادر، عقلمند، تجربہ کار ● نِكَالٌ عبرت ناک سزا۔ نَاكِلٌ ڈرپوک، ضعیف القلب، ناقص العقل، عہد سے پھر جانے والا ● تَابَ اس نے توبہ کی، وہ پھر آیا، وہ گناہ سے باز آگیا، وہ متوجہ ہوا، اس نے معاف کیا ● ظُلْمِهٖ اس کا ظلم، اس کی تقصیر، اس کی زیادتی، اس کا مظلوم ہونا ● اَصْلَحَ اس نے صلح کرا دی، اس

نے اصلاح کی، وہ سنور گیا، نیک بن گیا۔ اِصْلَاحٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (لغات القرآن)

- جن لوگوں نے اپنی زندگی اللہ کی نافرمانی میں گزاری اس کی عطا کردہ نعمتوں کو جھٹلایا ناشکر گزاری کی سے گریزاں رہا اور کفر اختیار کیا اگر انھیں بالفرض دنیا میں ان کا وہ تمام مال جو انھیں بے حد عزیز تھا جس کی بنا پر وہ اپنے مال کو راہ خدا میں خرچ کرنے سے باز رہا (قیامت میں) مل جائے اور اس میں اس کے برابر یا کچھ زیادہ مال اس میں شامل کر کے بھی موجود ہو جو دنیا میں بہت کچھ وہ عذاب الیم دردناک سزا سے بچ نہ پاتے اور عذاب سے بچنے کے لیے ان کا یہ دنیا داشتیاں ہر چاکیوں کا ان کا نذر کردہ یہ مال قبول نہیں کیا جاتا تھا۔ کوئی چیز انھیں غضب و عذاب سے نہیں بچا سکے گی۔
- کفار و مرتدین جو کہ عذاب الیم میں مبتلا ہوں گے چاہیں گے کہ دوزخ کے عذاب سے نکل جائیں دوزخ سے چھٹکارا حاصل کرلیں لیکن وہ اپنے ارادوں اور آرزوؤں میں کامیاب نہ ہو سکیں گے اور دوزخ سے نکل نہ پائیں گے ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر و ارتداد کے باعث دوزخ کے عذاب کو دوامی کر دیا ہے وہ لاکھ کوشش کریں دوزخ سے نکل نہ سکیں گے البتہ اہل ایمان (اپنی سزا پوری کر لینے کے بعد دوزخ سے نجات پالیں گے اور انھیں ایمان کا انعام جنت عطا کیا جاتا ہے) یہ بات احادیث شریفہ سے ثابت و معلوم ہے۔ بیہ جیسا کہ یہ آیت کا مفہوم سکتی ہے۔ بعض گنہگار مومنوں کو آخر کار سزا کے بعد جہنم سے نکال لیا جائے گا۔
- قرطبی فرماتے ہیں اہل عرب سارق اس کو کہتے ہیں جو پوشیدہ طور پر کسی محفوظ جگہ میں آئے اور وہاں سے ایسا مال لے جائے جو اس کا اپنا نہیں ہے یعنی دوسرے کے محفوظ مال کو چھپ کر چرالے۔ آیت شریف میں چور خواہ مرد ہو یا عورت اس کے ہاتھوں کو کاٹ دینے کی سزا کا حکم۔ یہ ان کے کرتوتوں کا عوض ہے۔
- توبہ کر لینے اور اپنی اصلاح کر لینے والے کے لئے تو یہ مغفرت و رحمت ہے۔

أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۗ يُعَذِّبُ مَنْ
يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ يٰٓأَيُّهَا الرَّسُوْلُ
لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ
وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ
سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَأْتُوْكَ ۗ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ
يَقُوْلُوْنَ إِنْ أُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَإِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ۗ وَمَنْ
يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ۗ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ
لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ أَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ۗ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۖ وَّلَهُمْ
فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○

کیا تجھے معلوم نہیں کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی سزا دیتا ہے جسے
چاہتا ہے اور بخش دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے *
اے رسول! نہ غمگین کریں آپ کو وہ جو تیز اقدام رہتے ہیں کفر میں ان لوگوں سے جنہوں نے
کہا ہم ایمان لائے (صرف) اپنے منہ سے حالانکہ نہیں ایمان لائے تھے ان کے دل اور ان
لوگوں سے جو یہودی ہیں جاسوسی کرنے والے ہیں جھوٹ بولنے کے لئے وہ جاسوس ہیں دوسری قوم
کے جو نہیں آئی آپ کے پاس، بدل دیتے ہیں اللہ کی باتوں کو اس کے صحیح موقعوں سے، کہتے ہیں
اگر تمہیں دیا جائے یہ حکم تو اسے مان لو اور اگر نہ دیا جائے تمہیں یہ حکم تو بچو، اور جس کو
ارادہ فرمائے اللہ تعالیٰ فتنہ میں ڈالنے کا تو نہیں طاقت رکھتا تو اس کے لئے اللہ سے کسی چیز کا، یہ
وہ لوگ ہیں کہ نہیں ارادہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ پاک کرے ان کے دلوں کو، ان کے لئے دنیا میں بڑی
ذلت ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے (۵/۴۰ و ۴۱)

۴۰۔ جمیع مخلوق کا مالک ساری کائنات کا حقیقی بادشاہ سچا حاکم اللہ ہی ہے جس کے کسی حکم کو کوئی
روک نہیں سکتا جس کے کسی ارادے کو کوئی بدل نہیں سکتا جسے چاہے بخشے جسے چاہے عذاب کرے وہ ہر چیز
پر وہ قادر ہے اس کی قدرت کامل اور اس کا قبضہ سچا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

● مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ عذاب کرنا اور رحمت فرمانا اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے وہ مالک ہے
جو چاہے کرے کسی کو مجال اعتراض نہیں۔ (کنز الایمان۔ حاشیہ)

۴۱۔ اے (محبوب) رسول! وہ لوگ آپ کو رنج میں نہ ڈالیں آپ ان کی حرکتوں سے غمگین و ملول
نہ ہوں جو بہت جلد ہی کفر دل دیتے ہیں آپ کے احکام میں کج بحثی بلکہ انکار کر دیتے ہیں یہ
لوگ تو پہلے ہی منافق ہیں صرف منہ سے کہہ چکے ہیں کہ ہم ایمان لائے ان کے دل مومن نہ تھے

نہیں۔ اگر ان کے دل مومن ہوتے تو ایسی جراءت نہ کرتے۔ بعض یہود جو آپ کی خدمت میں مسئلہ پوچھنے آتے ہیں وہ آپ کی باتوں کو ماننے کے لئے نہیں سنتے وہ تو جھوٹ باندھنے کے لئے سنتے ہیں کہ آپ کے دربار میں آ کر اس سے باہر جا کر آپ پر جھوٹ باندھیں یا یہ یہودی تو اپنے احبار کے جھوٹ سننے۔ دوسرا ان لوگوں کی باتیں ماننے کے عادی ہیں جو ہرجائی ہیں وہ آپ کی بات کیسے سنتے یہ لوگ آپ کی نہیں سنتے یہ تو ان کی سنتے ہیں جو آپ کے پاس نہ آئے انہیں بھیج دیا یعنی خیبر کے یہود ان بھیجنے والوں کا یہ حال ہے کہ توریت شریف کے احکام اس کی آیتوں میں تبدیلیاں ترمیم کرتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ جگہوں سے انہیں ہٹاتے ہیں ان آنے والوں سے انہوں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا تو رہے ہو مگر خیال رکھنا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس زنا کی سزا وہی بتائیں جو ہم دیا کرتے ہیں تب تو مان لینا خوش ہو جانا اس کا اعلان کرنا اور اگر اس کے خلاف رجم کا حکم دیں تو اسے ہرگز قبول نہ کرنا خاموش ہو جانا اس کا اعلان نہ کرنا۔ اے محبوب جو لوگ پہلے سے ہی یہ فیصلہ کر کے آپ کی خدمت میں آتے ہوں وہ آپ کی بات کیسے مان سکتے ہیں تو ان کے نہ ماننے پر آپ کیوں غم کرتے ہیں۔ خیال رہے کہ اس موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تین جماعتیں حاضر ہوئی تھیں۔ منافقین، یہود مدینہ، یہود فدک یا یہود خیبر۔ اس آیت کریمہ میں ان تینوں جماعتوں کے متعلق تین باتیں ارشاد ہوئیں منافقین کا ذکر ہوا ولم تؤمن قلوبهم تک یہود مدینہ کا ذکر ہوا سمّٰعون لقوم اخرین تک اور یہود خیبر کا ذکر ہوا لم یاتوک۔ ان تینوں جماعتوں کے فیض نہ لینے کی تین وجہیں بتائیں۔ منافقین اس سے فیض نہیں لیتے کہ ان کے دلوں میں ایمان نہیں۔ یہود مدینہ اس لئے فیض پاتے نہیں کہ وہ آپ کے پاس آتے ہی نہیں ان کے جسم حاضر ہیں مگر دل غیر حاضر* اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ان منافقوں یہودیوں کے آپ کے آستانہ سے بے فیض لوٹ جانے نامراد لوٹنے سے آپ غمگین نہ ہوں ان کی ناکامی نامرادی کی وجہ یہ نہیں کہ آپ کی عطا آپ کی فیض رسانی میں کچھ کمی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی ان کو پاک فرمانا نہ چاہا جسے اللہ عذاب دینا چاہے آپ اس کا کیا؟ اللہ کی ہدایت رحمت دینے کے مالک نہیں عطا ادھر سے ہوتی تقسیم آپ کی طرف سے ہوتی ہے تاہم مالک کا قصد ہو کرے اس کے دشمنوں کو نہیں دے سکتا۔ ان بدنصیبوں کے مقدر میں تو یہ ہے کہ دنیا میں ان کی رسوائی ہو کر رہتی دنیا تک ان کی حرکتیں مشہور ہوں اور لوگ ان پر تھوکا کرتے ہیں اور آخرت میں انہیں دائمی سخت عذاب ہو۔ (اشرف التفاسیر)

● معلومات مزید: تعلم تو جانتا ہے، تو جان لے "تا علم" سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر

يُعَذِّبُ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم تعذیب سے۔ عذاب دے گا ● يَشَاءُ وہ چاہے ●
يَغْفِرُ وہ بخشے گا۔ بخشے۔ بخش دیتا ہے ● لَا يَحْزُنْكَ آپ کو غمگین نہ کرے ● يُسَارِعُوْنَ وہ جلدی
کرتے ہیں۔ تیزی کے ساتھ داخل ہوتے ہیں ● أَفْوَاهِهِمْ ان کے منہ ● قُلُوْبُهُمْ ان کے دل ●
سَمّٰعُوْنَ خوب کان لگا کر سننے والے۔ جاسوس ● يُحَرِّفُوْنَ بگاڑ دیتے ہیں بدل دیتے ہیں ● اَلْكَلِمَ
بعض اہل لغت نے اس کو الكلمة کی جمع کہا ہے صاحب روح المعانی نے اس کو غلط قرار دیا ہے بلکہ جنس جمعی
کہا ہے قرآن مجید کے استعمال سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے کیونکہ مختلف آیات میں الكلم کی طرف واحد مذکر
کی ضمیریں راجع کی گئی ہیں ● مَوَاضِعِهِ ان کے ٹھکانے کی جگہ ● خُذُوْهُ اس کو پکڑو، اس کو لو،
اس میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب ہے ● تُؤْتَوْهُ تم کو دیا جائے ● اِحْذَرُوْا تم ڈرو، تم بچو۔

یُرِد چاہے، چاہتا ہے، ارادہ کرتا ہے ● فتنة لغت میں فَتن کے معنی سونے کو آگ میں تپا کر کھرا کھوٹا جانچنا یا آگ میں ڈالنا (تاج) قرآن مجید میں لفظ فتنہ اور اس کے مشتقات کو مختلف معانی کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ آزمائش اور آزمائش کرنا، آفت، مصیبت، فساد، فساد انگیزی، فساد ڈالنا، باہم فساد، خانہ جنگی، کفر، بدنظمی، خرابی، تختۂ مشق، عبرت، ایذاء، دکھ، عذاب اور عذر ● خِزی ذلت، خواری، رسوائی (لغات القرآن)

● اللہ تعالیٰ کی ذات ہی یکتا، مالک حقیقی اور قادر حقیقی ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے اور کوئی چیز اس پر قدرت نہیں رکھتی۔ ألم تعلم میں خطاب ہر انسان سے ہے۔ اللہ تعالیٰ حاکم مطلق اور آمر علی الاطلاق ہے۔ وہ کسی قانون سے مقید نہیں کہ مجرم کو ہمیشہ سزا ہی دے لیکن وہ سزا اسی کو دیتا ہے جو سزا ہی کے لائق ہوتا ہے اس کی حکمت کاملہ خود ہی جانچ کر لیتی ہے کہ کون کس لائق ہے۔ وہ جسے چاہے معاف کر دے یہ معافی چاہے صرف آخرت ہی میں ہو چاہے دونوں جگہ۔

● یہود کی شرارتوں، عناد اور خباثتوں سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم آزردہ خاطر ہوتے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو تسلی سے سرفراز فرما رہا ہے کہ آپ رنجیدہ و افسردہ نہ ہوں یہ نہ آپ کو کوئی ضرر پہنچا سکتے ہیں اور نہ اشاعت دین حق کا کام روک سکتے ہیں۔ یہ صرف زبان سے ایمان کا اقرار کرتے ہیں لیکن ان کے دل ابھی پرانے کفر پر قائم ہیں ✱ وہ آپ کی محفل میں محض جاسوسی کے لئے آتے ہیں کہ کوئی راز کی بات سنیں اور اپنی قوم کے لوگوں کو جا کر بتا دیں۔ آپ کی سچی باتوں کو قبول نہیں کرتے لیکن فریب کار احبار و علماء کی جھوٹی باتوں کو دل میں بسا لیتے ہیں ✱ امام احمد اور مسلم نے حضرت براء بن عازب کی روایت سے بیان کیا ہے کہ ایک یہودی شخص کو سزا سے تازیانہ دے کر منہ کالا کر دیا گیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے گزرا حضور نے فرمایا کیا تمہاری کتاب میں زانی کی شرعی سزا یہی ہے یہودیوں نے جواب دیا جی ہاں آپ نے ایک یہودی عالم کو طلب فرمایا اور اس سے فرمایا میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ پر توریت نازل کی تھی کیا زانی کی شرعی سزا تم کو اپنی کتاب میں یہی ملتی ہے یہودی عالم نے کہا نہیں خدا کی قسم (توریت میں یہ حد زنا نہیں ہے) ہماری کتاب میں زانی کی سزا سنگسار کرنا ہے لیکن ہمارے بڑے آدمیوں میں جب زنا کی کثرت ہو گئی تو ہمارا یہ طریقہ ہو گیا کہ بڑا آدمی پکڑا جاتا تو اسے چھوڑ دیتے اور کمزور پکڑا جاتا تو اس پر حد جاری کرتے۔ آخر ہم نے یہ تجویز قرار پائی کہ منہ کالا کرنا اور کوڑے مارنا زنا کی سزا ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ نے فرمایا اے اللہ! ان لوگوں نے تیرے حکم کو مردہ کر دیا اور میں ہی سب سے پہلے تیرے حکم کو زندہ کر رہا ہوں اور آپ نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا اس پر یہ آیت یایھا الرسول لا یحزنک .... ھم الظالمون تک نازل ہوئی۔